صریر الیراع للارتشاف من حمیا السماع

قلم کی چرچراہٹ شرابِ سماع چوسنے کے لیے

غناء و سماع اصفیا

جوازِ قوالی اور صوفیائے کرام

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی
نقشبندی مجددی

ناشر
مرکزی شیخ الاسلام اکیڈمی پاکستان

بچوں اور بڑوں کے لئے یکساں مفید

نمازِ حنفی

مرتبہ حافظ محمد یوسف چشتی

شائع ہو گئی ہے

نوٹ: دینی مدارس اور تاجر کو خصوصی رعائیت

مکتبہ چشتیہ قادریہ

مین بازار محلہ فیصل آباد نزد غلہ منڈی گوجرانوالہ

هدیۃ الیراع للارتشاف من حمیّا السماع

ومسری چرچراہٹ شراب سماع چوسنے کے

یعنی

غنا و سماعِ اصفیا

۱۳۸۱ھ

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

سنہ ۱۴۱۱ھ سنہ ۱۹۹۱ء سنہ ۱۹۹۲ء

نام کتاب : ——— صَرِیرُ الیَرَاع لِلاِرْتِشَافِ مِنْ حُمَیَّا السَّماع
معروف بہ
غناء و سَماعِ اَصفیا

صفحات : ——— ۵۶

مصنّف : ——— حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی

زیر نگرانی : ——— مہر احمد دین

زیر اہتمام : ——— حافظ محمّد یوسف چشتی
ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ

ناشر : ——— مرکزی شیخ الاسلام اکیڈمی پاکستان

بار اوّل : ——— (انڈیا) ۱۹۹۱ء

باردوم : ——— نومبر ۱۹۹۲ء

تعداد : ——— ایک ہزار

قیمت : ——— ۱۵ روپے صرف

ٹائیٹل : ——— محمد وسیم صدیقی (الخطّاط)

تقسیم کار

مکتبہ چشتیہ قادریہ مین بازار محلّہ فیصل آباد نزد غلّہ منڈی گوجرانوالہ
القمر بکسٹال، نت کلاں نزد گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

نوٹ : عنقریب اسی موضوع پر حضرت علاّمہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بھی منظرِ عام پر آرہی ہے (اکیڈمی)

فہرست "غناء و سماعِ اَصفیا" ــــ ۱۴۱۰ھ

تبصرہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں خیالی، محلہ قاضی پورہ۔ بہرائچ

حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اور اُن کا فنِ تحریر

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الف۔ شخصی تعارف۔ آپ کا خاندان: نسلی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ آپ کے تینتالیسوئیں دادا ہوتے ہیں اور اسی سلسلہ سے حضرت شیخ احمد مجددِ الفِ ثانی سرہندی قدس سرہٗ آپ کی دسویں پشت میں تھے اور حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی آپ کے والدِ بزرگوار کا نامِ نامی ہے۔ آپ کی پیدائش بروز منگل ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید کی خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی، جو اَب درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر کہلاتی ہے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ بلال ابوالفیض فاروقی اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ سالم ابوالسعد فاروقی کی وفات ہو چکی ہے۔ آپ کی ذات ان دونوں حضرات میں وسط کا درجہ رکھتی ہے اور غالباً اسی حُسنِ اتفاق کا اثر آپ کی پوری زندگی، آپ کے مزاج و مسلک پر پڑا ہے۔

۲۔ تعلیم و تربیت: آپ کے حضرت والد نے اپنے تینوں صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت مخصوص طریقہ پر فرمائی۔ افغانستان کے علماء و صلحا میں سے ہر صاحبزادے پر ایک ایک شخص مقرر تھا۔ صاحبزادوں میں سے کوئی بھی گھر سے باہر تنہا بغیر مربّی کے نہیں جا سکتا تھا۔ کھیلنا، ہنسی مذاق کرنا، پڑھنا لکھنا سب پاک مخلصین کے درمیان تھا۔ سید امجد علی شاہ سرحدی کے مشورے سے صاحبزادوں کو انگریزی اسکول میں داخل کرایا۔ آپ نے درجہ سات تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے تینوں صاحبزادے خاندانی فضائل کے طور پر حفظِ کلام مجید نہ کر سکے جس کا آپ صاحبان کو بہت افسوس رہا کیونکہ آپ صاحبان کے والدِ بزرگوار سے بابائے دہم حضرت مجدد تک بھی حافظ قاری، عالم، صوفی، شاعر اور اہلِ قلم رہے۔

اسکول کی تعلیم چھوٹنے کے بعد ۱۳۳۹ھ میں تینوں صاحبزادوں کا داخلہ حضرت صاحب نے دہلی

کے مدرسہ دو دن عبدالرب میں کرادیا۔ حضرت موصوف نے ۱۳۶۴ھ تک حدیث شریف کا دورہ ختم کرکے فراغت حاصل کرلی۔ چونکہ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ تعلیم و تربیت سے طالب علم کو علم و عمل سے لذت آشنا کردیا کرتے تھے اس لئے ہندوستان میں دینیات کے نصاب کے بعد آپ برادرِ خرد حضرت سلم ابوالسعد کے ہمراہ ۱۳۴۹ھ میں مصر تشریف لے گئے اور ۱۳۵۴ھ میں باقاعدہ امتحان دے کر اعلیٰ نمبروں سے وہاں کی عالمیت کی سند حاصل فرمائی۔

ہندوستان اور عربستان میں آپ کے قابلِ ذکر اساتذہ: مولوی حافظ حکیم سید عبدالجلیل ڈاسنوی ساکن و مدفون جردل ضلع بہرائچ۔ مولوی محمد عمر صاحب محلہ مداپور، قصبہ گھوسی ضلع مئو یوپی۔ ملا امان اللہ صاحب ساکن سرایاب، کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی خیر محمد ساکن شلگر افغانستان۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی تلمیذ مولانا قاسم واحد علی۔ مولانا محمد شفیع داماد شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ مولانا حکیم جی محمد منظر اللہ۔ مولانا محبوب الٰہی مولانا عبدالوہاب صاحب۔ مصر میں مولانا یوسف دیجوی۔ استاذ الاساتذہ علامہ دسوقی۔ استاذ الاساتذہ علامہ شیخ بخیت المطیعی الحنفی۔ شیخ علی شائب شافعی۔ شیخ راسخ ترکی حنفی شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی مالکی۔ سید محمد عبدالحی المغربی۔ شیخ بدرالدین محدث دمشق۔ مولانا ابوالفیض ابوالاسعاد محمد عبدالستار صدیقی دہلوی مکی۔ مولانا السید الشریف احمد السنوسی۔ آپ نے ان جلیل القدر افراد سے اور مولانا عبداللطیف رحمانی اور اپنے ابن العم شیخ ابوالشرف عبدالقادر مہاجر مکہ سے حدیث شریف کی نہایت اعلیٰ اسناد حاصل کی ہیں۔

۳۔ علمی پایہ: دینی اہلِ قلم میں آپ کے علمی پایہ کا دستاویزی ثبوت تو دراصل آپ کے گراں قدر تراجم تصانیف اور تالیفات و مضامین ہیں۔ البتہ اس کی مزید توثیق آپ کے معترف و قدر شناس اُن علماءِ کرام سے ہوتی ہے جنہوں نے آپ کی کتابوں یا مقالوں پر اظہارِ رائے کیا ہے، مثلاً ۱۔ مولانا سید محمد میاں شیخ الحدیث ۲۔ مفتی عتیق الرحمان عثمانی ۳۔ مولانا قاضی سجاد حسین مدیر و شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری ۴۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ۵۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی ۶۔ مفتی سید عبدالدائم جلالی ۷۔ مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری ۸۔ ڈاکٹر عبدالستار خاں حیدرآبادی ۹۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ دہلی ۱۰۔ مولانا عبید الرحمن خان شروانی وغیرہم۔

۴۔ تحریری کارنامے: آپ کے مشاغلِ حیات میں خاص کر تعمیر و مرمت و تحفظِ مساجد و مزارات ہیں۔ اس کے علاوہ جمع کتب علمیہ و ادبیہ بھی آپ کا عزیز مشغلہ ہے۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں آپ نے

نہایت قیمتی کتب خانہ ذاتی طور پر قائم فرمایا ہے جس میں مختلف علوم و فنون اور عربی، فارسی، اُردو کی مطبوعہ و مخطوطہ کتب ہزاروں کی تعداد میں جمع کی ہیں۔ کچھ کتابیں اپنے حضرت والد ماجد سے ورثہ میں ملی ہیں۔ اس کے علاوہ نشر و اشاعت کا ایک ادارہ ہے جو آپ کے فرزند دلبند ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی (متوفی شنبہ ۷ رشوال ۱۴۰۴ھ، ۷ رجولائی ۱۹۸۴ء) نے قائم کیا تھا اور اب اس کے منتظم ڈاکٹر صاحب کے فرزند حضرت ابوالنصر انس سلمہ اللہ و حفظہ ہیں اور آپ ہی صاحبِ سجادہ ہیں اور آپ کے دادا حضرت نگرانی فرما رہے ہیں۔

اِن تعمیری و افادیتی مشاغل میں آپ کا محبوب ترین مشغلہ علمی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور فوائد کا لکھنا ہے۔ جب آپ کوئی کتاب تالیف کرتے ہیں تو اس سے متعلق قیمتی کتابیں خریدتے ہیں اور پھر تحریر کرتے ہیں۔ ہم آپ کی مطبوعہ کتب کی فہرست پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ بزمِ خیر از زید در جواب بزم جمشید	اردو	۱۳۷۳ھ	۱۱۔ مقاماتِ اخیار	فارسی	۱۳۹۴ھ
۲۔ مجموعہ خیر البیان	اردو	۱۳۷۳ھ	۱۲۔ حضرت مجدّد اور ان کے ناقدین	اردو	۱۳۹۶ھ
۳۔ مناہج السیر و مدارج الخیر	فارسی	۱۳۷۶ھ	۱۳۔ سوانح حیات شاہ بلال	؍؍	۱۳۹۱ھ
۴۔ اشکہائے غم	فارسی	۱۳۷۷ھ	۱۴۔ سہ رسائل معرفت افزا	؍؍	۱۳۱۰ھ
۵۔ خیر المقال در رویتِ ہلال	اردو	۱۳۷۸ھ	۱۵۔ مولانا اسماعیل و تقویۃ الایمان	؍؍	۱۴۰۴ھ
۶۔ ماذا قال الائمہ فی ابن تیمیہ	؍؍	۱۳۹۵ھ	۱۶۔ ہندوستانی قدیم مذاہب	؍؍	۱۴۱۰ھ
۷۔ مسئلہ ضبطِ ولادت	؍؍	۱۳۸۹ھ	۱۷۔ مقدمہ و اختتامیہ	؍؍	۱۴۱۰ھ
۸۔ منہج الآلبا (فارسی میں بھی)	؍؍	۱۳۹۰ھ	۱۸۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ	؍؍	۱۴۱۱ھ
۹۔ وحدۃ الوجود	؍؍	۱۳۹۰ھ	۱۹۔ غنا رو سماعِ اصفیا	؍؍	۱۴۱۱ھ
۱۰۔ مقاماتِ خیر	؍؍	۱۳۹۲ھ			

اِن کے علاوہ مرتّب مسودات بھی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الخیر المزید فی اعراب الآیۃ و کلمۃ التوحید	عربی	۴۔ الحجر فی مسألۃ اللحیۃ والقُبضہ	فارسی
۲۔ الاسانید العالیۃ مع صور الشہادۃ	؍؍	۵۔ النبقات من الطبقات	عربی
۳۔ القول السنی فی الذب عن الشیخ عبد الغنی (۵۰۰ صفحے)	فارسی	۶۔ المساجد المہجورہ	؍؍

۷۔ تقدیم خیری اردو مجموعہ از مطبوعہ وغیر مطبوعہ ۲۶ تالیفات

ب۔ اسلامی نقطۂ نظر سے فنِ تحریر کے بنیادی اصول: ہر فن کی طرح تحقیق اور تنقید کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں، جن کی پابندی سے کوئی تحریری کارنامہ قابلِ قدر، عظیم اور موقر ہوتا ہے اور ان ہی کی روشنی میں اس کی قدر و قیمت کے تعین کا انحصار ہوتا ہے۔

یہاں چونکہ ہمارا موضوع اسلامی مذہبیات سے متعلق ہے اور اس کے صاحبِ تحریر ایک جید عالم اور صاحبِ طریقت ہیں اس لئے ذیل میں بطورِ اختصار چند ضروری امور کو بطورِ بنیادی اصول کے پیش کیا جا رہا ہے جو ایک مومن کے لئے صرف لائقِ اختیار ہی نہیں بلکہ عین تقاضائے دین و ایمان ہیں اور اُن پر عمل پیرا ہو کر ہی خود کو مسلم سمجھنے اور سمجھے جانے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو۔

۱۔ تحقیقِ معیار: چونکہ ایک مومن و مسلم کے لئے تحقیق کا معیار صرف وہی ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش قطعاً نہ ہو، اس لئے کہ ایمان اور رَیب یعنی شک ایک دوسرے کی ضد ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور تحقیق دراصل نام ہے امرِ حقیقت کی یقینی بازیافت کا، یہ مقام صرف الکتاب یعنی قرآنِ مجید ہی کو حاصل ہے اور وہ ساری دنیا میں تنہا و بے نظیر کتاب ہے جو بعینہٖ مُنَزَّل مِنَ اللہ اور حفظِ الٰہی کے تحت دائماً محفوظ ہے، اس کی عبارات و الفاظ میں کسی قسم کی تحریف، رَدّ و بدل اور کمی بیشی نہیں۔

لہٰذا یہی اوّلین و معتبر ترین معیارِ تحقیق ہے، وہ معیار جو حق و باطل کے درمیان فرقان یعنی تمیز بتلانے والا ہے اور اس لئے بجز اللہ کی نازل کردہ سند (وحیِ قرآنی و سنّتِ نبوی) کے محض اپنی من گھڑت باتوں پر بحث نہ کرے کیونکہ امرِ حق کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے، اس میں ظن (اٹکل) سے کام لینا جاہلیت ہے۔ (بقرہ ۱، بنی اسرائیل ۸۱، حدیث مشکات ثانی۔ الکسب عن حسن بن علی رواہ احمد، مائدہ ۵۰، اعراف ۷۱، آل عمران ۱۴۵، یونس ۳۲، ۳۶)

۲۔ تقویٰ: اسلامی سوسائٹی میں انسان سازی اور تہذیب و ادب میں تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے، یہاں تک کہ قرآنِ پاک جو کتابِ ہدایت ہے اس سے اُن ہی کو رہنمائی مل سکتی ہے جو اہلِ تقویٰ (متقین) ہیں، اور متقی وہی ہیں جو اللہ کی طرف سے رسول کی لائی ہوئی صداقت (یعنی قرآن و سنّت) کو سچ مانیں۔ اور ظالم ہیں وہ جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی صداقت کو جھٹلاتے ہیں۔ (بقرہ ۲، زمر ۳۲، ۳۳)

۳۔ عملِ تحقیق: متذکرہ بالا ہر دو بنیادی اصولوں کا منطقی و بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ احقاقِ حق یعنی امرِ حقیقت

کو ثابت کرنے کے لئے بات کا مستند ہونا ضروری ہے۔ یہی صحیح و مضبوط طریقہ ہے۔ (یوسف ۴۰)

۴۔ تفکر و بصیرۃ: یعنی دھیان کرنا اور غور و خوض سے کام لینا ایک امر معقول ہے۔ الکتاب میں۔ دیگر کتب میں۔ آفاق والنفس میں اور حیاتِ دنیاوی و اُخروی کے تمام امور میں البتہ مومن اس میں مطلق العنان نہیں کیونکہ وہ انسان کے محدود علم بھر کا مکلف ہے۔ دعوۃ الی اللہ یعنی خدا کے احکام بتانے میں بصیرۃ یعنی سوجھ بوجھ کو مدنظر رکھے۔ اور یہ کہ انسان اپنے حق میں خود بصیرۃ ہے یہ اور بات ہے کہ پڑاڈالے رہے اپنے بہانے۔ اسی طرح اولی الابصار کے معنی عبرت یعنی خبرداری ہے واقعات میں۔ (بقرہ ۲۱۹۔ ۲۶۔ جاثیہ ۱۰۸۔ قیامہ ۵۔ آل عمران ۱۳)

۵۔ تحکم و فیصلہ: الکتاب کے مطابق کرے جو کہ حق یعنی صحیح علمی بات ہے۔ اس کے برخلاف جاہلیت یعنی غیر علمی امر ہے۔ اسی طرح سنتِ نبوی کو بھی فیصلے کی بنیاد بنانا مامور من اللہ ہے۔ نیز اجتہاد صاحب رائے یعنی ائمہ فقہ کے حوالہ سے کرے اور تحکم انصاف، بے تعصبی، غیر جانبداری، صحیح استدلال و شہادت کے پیشِ نظر کرے اور بحالتِ ہوش و آگاہی کرے غیر جذباتی موڈ یا دشمنی میں نہیں۔ اور یہ کہ مثبت و منفی ہر دو جانب پر دھیان دے۔ (بقرہ ۲۱۳۔ مائدہ ۴۸، ۵۰۔ نساء ۶۵۔ مشکات ثالث عمل بالقضاء ۲ عن معاذ بن جبل رواہ ترمذی وابوداؤد دارمی۔ پھر نساء ۵۸۔ پھر مائدہ ۲۔ ۴۲۔ نیز مشکات ثالث عمل بالقضاء ۲ عن علی رواہ ترمذی وابوداؤد دارمی)

۶۔ شانِ اظہار یعنی تقریر ہو یا تحریر مسلکِ اعتدال پر گامزن رہنا اور توازن برقرار رکھنا اعلیٰ انسانی اور اسی لئے دینی صفت ہے۔ چنانچہ مخالفت و اعتراض کے نزاع میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ (بقرہ۔ ۱۹۴)

۷۔ اثبات و استناد کے لئے حوالہ کا بہ لحاظ ترتیبِ کتاب وغیرہ مکمل ہونا ضروری ہے تاکہ تصدیق ہو سکے کہ یہ سند درست ہے اور حوالہ یقینی، غیر مشکوک و معتبر ہو تحریف وغیرہ سے پاک ہو۔ نیز یہ کہ ماخذ کا اعلیٰ درجہ بلا واسطہ ہونا ضروری ہے جبکہ بالواسطہ ماخذ تصدیق و تکذیب کو کافی نہیں، یہ کار تحقیق کا گھٹیا درجہ ہے۔ (نحل ۴۳، ۴۴، صفت ۵۲۔ ۵۳، مشکاۃ اول۔ اعتصام فا عن سعد ابن ابی وقاص رواہ بخاری)

ج۔ داخلی شہادت: متذکرہ بالا اصولی امور کے بعد اب ہم حضرت علامہ موصوف کے نتائج تحریر پر داخلی شہادتیں پیش کر رہے ہیں جن سے آپ کے قلم کا یہ وصف فنی حیثیت سے نمایاں نظر آسکے گا۔ گوناگوں موضوعات و مسائل پر آپ کی تحریر کردہ مطبوعہ کتابیں اور مقالوں میں سے داخلی شہادت میں ہم

بطور نمونہ صرف تین کتابوں پر گفتگو کر رہے ہیں ملاحظہ ہو:-

اوّل: چنانچہ حضرت علامہ موصوف نے اپنی پہلی مطبوعہ کتاب "بزمِ خیر" طبع دہلی ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء بجواب بزمِ جمشید (از مقبول حسین وصل بلگرامی) کے ملفوظ ۲۸ ص۲۶ پر اپنے خصوصی طریقۂ کار کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

"میں پہلے اصل واقعہ کو بلا کسی تبصرہ و نقد کے لکھتا ہوں۔ پھر بزمِ جمشید کی عبارت حرف بحرف نقل کروں گا اور پھر میرا تبصرہ تحتِ عنوان ھٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاس ہوگا۔" (بزمِ خیر ص۱۱)

آپ کی مذکورہ کتاب اِن ہی اُمور کی ترتیب وار پیش کش کے ساتھ شروع سے آخر تک چلی گئی ہے۔ اِس سلسلہ میں حضرت علامہ موصوف نے چشم دید سوانح نگار کے حوالہ سے اصل واقعہ نقل کیا ہے پھر بزمِ جمشید کی عبارت نقل کی ہے جس میں معترض نے بِنا کسی حوالہ کے زبانی بیان کو اپنے الفاظ میں تحریر کیا ہے اور پھر اس کے بعد حضرت علامہ موصوف نے معترض کی بے سند تیس غلط بیانیوں کی نشان دہی اپنے تبصرہ میں کی ہے۔

دوم: حضرت علامہ موصوف کی کتاب "حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین" طبع اول دہلی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں شاہ فتح محمد فتحپوری چشتی صاحبِ "مناقب العارفین" کے متعلق باوجود کُلیتاً متفق نہ ہونے کے لکھتے ہیں:

"شاہ فتح محمد..... کا اندازِ تحریر بتا رہا ہے کہ وہ اپنے بیان میں سچے ہیں.... چلتے چلاتے ایک چوٹ کر گئے کہ ہم اہلِ وجد و سماع اگرچہ اُن کی نظر میں فاسق ہیں لیکن ہم نے راہِ انصاف نہیں چھوڑی اور ظنّوا المومنین خیراً کو بھی نہ بھولے۔" (حضرت مجدد ص۱۲۷)

اِسی طرح دارا شکوہ صاحبِ "سفینۃ الاولیاء" تحریر ۱۰۶۱ھ کے اکثر غلط خیالات سے حضرت علامہ موصوف کو دیگر علمائے حق کی طرح اتفاق نہیں جو شاہزادے نے اپنی اور کتابوں میں ظاہر کئے ہیں مگر اُس نے سفینۃ الاولیاء میں حضرت مجدد کے متعلق جو کچھ لکھا ہے از رُوئے انصاف اسکی شہادت کو معتبر قرار دیا ہے۔

"اواخر احوال میں آپ پر بعض لوگوں نے تہمت لگائی کہ وہ اپنے مرتبہ کو خلفائے راشدین کے مرتبہ سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات خالص افترا ہے۔" (حضرت مجدد ص۱۲۴ بحوالۂ سفینۃ الاولیاء مطبوعہ ۱۸۷۲ء/۱۹۸۰)

کیونکہ مذکورہ بیان کی تصدیق حضرت علامہ موصوف نے دوسری کتابوں سے بھی کر لی ہے۔ مثلاً کتاب "انوارِ احمدیہ اور ہدیۂ مجددیہ" فارسی میں اور "الکلام المنجی بہ ردِّ ایراداتِ البرزنجی" وغیرہ۔ لہٰذا یہاں یہ کہنا اہلِ تشکیک کا بے معنی ہوگا کہ حضرت علامہ موصوف نے صرف اپنے موقف کی حمایت میں ایک ناپسندیدہ شخص کا حوالہ تحریر فرمایا ہے۔

حضرت علامہ موصوف کی شہادتِ حق۔ بے تعصبی اور غیر جانبداری کے امتحان کا ایک نازک مرحلہ یہ ہے کہ آپ کا نسلی تعلق حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اور اُن کے ہمعصر شیخ عبد الحق صاحب محدث علیہ الرحمہ نے شیخ سرہندی پر غلط وجوہ سے اعتراضات کئے ہیں جن کو لوگوں نے اپنی غلط خواہشات اور شر انگیز مقاصد کے لئے کافی استعمال بھی کیا ہے۔ خود حضرت شیخ کے اعتراضات حضرتِ مجدد پر بعض جگہ بہت ہی نامناسب الفاظ میں بیان ہو گئے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود شیخ عبد الحق صاحب کے متعلق کس حُسنِ ظن اور نگاہِ انصاف سے کام لیتے ہوئے تحریر فرمارہے ہیں ملاحظہ ہو:۔

"اندریں احوال (یعنی حضرت علامہ موصوف جن مقدمات پر اوپر گفتگو کر چکے ہیں اُن کے سیاق میں) اگر جناب شیخ دوسرے نیم ملاّ کی طرح آپ کو (حضرت مجدد کو) کافر اور واجب القتل قرار دے دیتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن آپ کا تقار، آپ کا اولیائے پروردگار سے ارتباط اور آپ کا علم آپ کے کام آیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا آپ نے تکفیر نہیں کی بلکہ زجر و توبیخ کے حدود میں معاملے کو دائر رکھا۔" (حضرت مجدد ص ۱۵۲)

اب ہم حضرتِ علامہ موصوف کے تحکم و فیصلہ کے سلسلہ میں آپ کے کارِ تحقیق کا وہ عظیم الشان پہلو پیش کر رہے ہیں جس سے دورِ حاضر کے غیر ذمہ دار اور بے احتیاط محققین کی شانِ تحقیق کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ دورِ حاضر کے مشہور اہلِ قلم خلیق نظامی صاحب کی کتاب "حیاتِ شیخ عبد الحق" طبع ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴ء میں صلا ایک پرانی بحث کو جو صدیوں سے چلی آرہی ہے موجودہ دور میں معرکۃ الآراء انکشاف راز یا تحقیقِ انیق کے طور پر ص ۳۱۲ سے ص ۳۴۴ تک معرضِ بحث و ثبوت میں لایا گیا ہے۔ سب سے پہلے تحقیق سے صرفِ نظر اور محنت و تلاش کی کوتاہی کے متعلق ملاحظہ ہو حضرت علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"حیاتِ عبد الحق میں پیش کردہ جناب شیخ محدث کے طویل مکتوب میں ایک ہی فقرہ کو دو طرح نقل کیا گیا ہے۔ ص ۳۱۵ پر (وہم ہمرہ پس رواو) اور ص ۳۱۹ پر یوں تحریر ہے (ہمسرہ اوہم) اور مکتوباتِ مجدد طبع احمدی دہلی ۱۲۸۸ھ اور نولکشور کے مکتوباتِ مجدد مطبوعہ ۱۲۹۴ھ میں (وہم ہمیرہ پس نزداو) اور مکتوباتِ مجدد مطبوعہ نور احمد پسروری طبع ۱۳۳۴ھ میں (وہم ہمیرہ پس رواو) ہے اور (خود علامہ موصوف اپنی ذاتی لائبریری کے نسخوں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قلمی نسخہ محررہ ۱۳۰۵ھ دوسرا نسخہ محررہ اندازاً بارہویں صدی ہجری

تیسرا نسخہ محررہ ۱۲۸۰ھ بہ قلم محمد بخش ناداں۔ تینوں میں وضاحت کے ساتھ (وہم پرہ پس رَوا و) لکھا ہوا ہے بہ معنی پیچھے چلنے والا خادم"۔ (حضرت مجدد حاشیہ ص۱۵۰)

حضرت علامہ موصوف نے جناب شیخ عبدالحق کے معرض بحث والے مکتوب میں حضرت مجدد کے خلاف اغلاط کتابت، غلط بیانی زبانی، غلطی تعبیر اصطلاحات اور بعض تحریفوں کے متعلق بطور محکم ثبوت کے حضرت مجدد کا وہ مکتوب جس میں مذکورہ تمام پول کُھل جاتے ہیں مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۸۷ کے حوالہ سے اصل فارسی عبارت کو مع اُردو ترجمہ کے تحریر فرمایا ہے اور پھر اپنا تبصرہ لکھا ہے۔ عملِ تحقیق کے اِس طریقہ کار کی معقولیت، اہمیت اور افادیت کی قدر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو علم کا صحیح ذوق، تحقیق کا نکھرا مذاق اور حقیقت کی بازیابی میں غیر متعصب اور غلط خواہشات و جذبات سے صاف دل ہوں۔ بے تعصبی، غیر جانبداری اور انصاف ایک مستقل قدرِ اخلاقی ہے جو تحقیق (RESEARCH) تحکم (JUDGEMENT) اور اظہار خیال (EXPRESSION) یعنی شانِ تقریر و تحریر سب کو حاوی ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ موجودہ تہذیب کے پروردہ اکثر لوگوں میں جہاں ساری قدریں بے معنی اور غیر مستحکم بتائی جاتی ہیں وہیں اُن کو صرف اپنے حق میں معقول پیدائشی اور قابلِ مطالعہ سمجھتے ہیں جو انہیں قلم کی عدالت سے ملنا چاہیئے۔ درآنحالیکہ وہ خود یہی پیدائشی حق دوسروں کو دینے کے روادار نہیں۔ چنانچہ مشتے از خروارے ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی کا سند ڈی۔ لٹ (D. LIT) کے لئے ایک منظور شدہ مقالہ ہے جس کا موضوع ہے: (MUSLIM REVIVALIST MOVEMENT IN NORTHERN INDIA IN THE SIXTEENTH AND SEVENTEENTH CENTURIES) یعنی "سولہویں اور سترہویں صدی میں ہند میں مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کی تحریکیں"۔ موجودہ ہندوستان میں قومی ایکتا کو تقویت پہنچانے میں اس بھاری بھرکم نام کی کتاب نے ایک اہم کردار ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خاص نگاہِ کرم حضرت مجدد الف ثانی کی شخصیت پر ہے اور دیگر تحقیقی جواہر پاروں کے علاوہ حسب ذیل مہذب الفاظ و فقرات سے کتاب کی زینت کو دوبالا کرتے ہوئے اپنے بلند اخلاقی اقدار کا نمونہ پیش کیا ہے۔

۱۔ "موجودہ دور کے فضلاء نے اُن کو ایک خرافاتی شخصیت بنا دیا ہے"۔ (اطہر ص۲۱۵ بحوالہ حضرت مجدد ص۱۷۵)

۲۔ "شیعوں کے سیاسی اقتدار کی وجہ سے ان میں پسپائی اور حسد کا جذبہ پیدا ہوا جس سے شیعوں سے

اُن کو نفرت پیدا ہوگئی اور انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز ایک علٰحدہ رسالہ "رَدِّ رَوافِض" لکھ کر کیا جس میں شیعوں کے اعتقادات کو رَد کیا ہے۔" (اطہر ص۲۵ بحوالہ حضرت مجدد ص۱۷۵)

۳۔ "ان میں ایک صوفی کی وسیع المشربی اور صوفیانہ روش سے زیادہ ایک مُلّا کی تنگ نظری تھی۔" (اطہر ص۳۱۱ مجدد ص۱۷۶)

۴۔ "مجدد کے خلفاء اپنے پاس ایک متعصب مُلّا کے زہر کے علاوہ کچھ نہ رکھتے تھے۔" (اطہر ص۴۴۲ بحوالہ مجدد ص۱۷۶)

۵۔ "۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء میں شیخ معصوم کی وفات کے بعد مجدد کی رہی سہی عزت ختم ہوگئی۔ مجدد کے پوتے تو انتشار اور اخلاقی بدحالی کے پلیگ میں مبتلا رہے۔" (اطہر ص۴۳۶ بحوالہ حضرت مجدد ص۱۷۶)

۶۔ ڈاکٹر اطہر صاحب کی شرمندۂ ثبوت تحقیقات کی تہذیبی اور منصفانہ داد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خاص عقیدت مندوں کے متعلق بھی دی گئی ہے۔ مثلاً:۔

"شیخ فرید بخاری مرتضیٰ خاں گورنر گجرات مجدد کے ففتھ کالمسٹ تھے۔" (اطہر ص۲۱۶۔ مجدد ص۱۷۷) شرابی تھے (اطہر ص۲۲۷ بحوالہ حضرت مجدد ص۱۷۷)۔ ظالم انتقام پسند اور نالائق تھے" (اطہر ص۲۲۶ مجدد ص۱۷۷)

اِسی طرح بعض بزرگانِ دین میں سے کسی کو "بداخلاق (ص۱۲) بدپرہیزگار (ص۱۲) زِنا کا مجرم (ص۲۳ بحوالہ مجدد ص۱۸۹)" گردانا ہے۔ یہ ہیں وہ اعلیٰ صفات اُس صاحبِ قلم کی جس کی کتاب کی ترتیب میں ڈاکٹر نور الحسن صاحب صدر شعبۂ تاریخ علی گڑھ یونیورسٹی، معاون و مشیر رہے ہیں اور پھر اس صحیفۂ آسمانی کا پیش لفظ پروفیسر محمد حبیب صاحب سابق اُستاد علی گڑھ یونیورسٹی کے حقائق نگار قلم سے ہے۔ پروفیسر موصوف غالباً مذکورہ بالا بلند اور مستقل اخلاقی اقدار کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ڈاکٹر اطہر صاحب کو "مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی سے زیادہ بہتر مصنف اور محقق سمجھنے پر مجبور ہوگئے اور فاضل مقالہ نگار کو اپنے قول کی تصدیق میں البیرونی، ابو علی سینا، ابن عربی، شیخ نظام الدین اولیاء اور دارا شکوہ کے ہم پلّہ بلکہ دَورِ حاضر میں اِن سب سے عظیم ترین سمجھنے پر تیار ہیں۔" (حضرت مجدد ص۱۷۲ بحوالۂ معارف اعظم گڑھ، تحت شذرات جنوری ۱۹۶۶ء)

ڈاکٹر اطہر اور پروفیسر حبیب صاحبان کے بعد ہی پروفیسر ایم۔ مجیب صاحب اپنے وقت کے شیخ الجامعہ اسلامیہ دہلی بھی شاہینِ تجدید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر نظرِ نشانہ جمائے علم و معرفت اور تحقیق و تہذیب کے لاانتہا خلاؤں میں پَرفشانی کر رہے ہیں۔ موصوف کی موقر کتاب THE INDIAN MUSLIM'S (دی انڈین مسلمز) میں حضرت مجدد صاحب قدس سرّہٗ سے متعلق سر دو شیریں مواد ص۲۴۳ سے ص۲۷ تک پھیلا ہوا ہے جو اِن صفحات کے حصص ذیل کے اقتباسات

خاصہ کی چیز ہیں :-

"پہلا حصہ : شیخ احمد وہ صاحب ہیں جنہوں نے . . . . راسخ العقیدگی کے احیاء کو باقاعدہ تحریک کا سا انداز بخشا۔ انھوں نے اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز متعدد پمفلٹ (رسائل) کی صورت میں کیا جن میں سے ایک ردّ روافض شیعی مسلک کی مخالفت میں لکھا۔"

(مجیب ص۲۴۳ محولہ حضرت مجدد ص۱۸۳)

"دوسرا حصہ : . . . جہانگیر خود ہی اعمال و معتقدات کی تطہیر کی جانب مائل تھا۔"

(مجیب ص۲۴۴ محولہ حضرت مجدد ص۱۸۵)

"تیسرا حصہ : . . . . شیخ احمد کے اثر و نفوذ کو اس وقت بڑا دھکا پہنچا جب اُن کا وہ خط شائع ہوا جس میں انہوں نے اپنے پیر کو اپنا ایک روحانی مکاشفہ بیان کیا جس میں اپنے آپ کو چاروں خلفاء سے برتر درجے میں دیکھا تھا۔" (مجیب ص۲۴۴ محولہ حضرت مجدد ص۱۸۷)

"چوتھا حصہ : . . . . شیخ احمد کے پاس نہ وہ مزاج تھا نہ نقطۂ نگاہ جو صوفی کی شخصیت کی خصوصیت ہوتی ہے . . . ." (محولہ حضرت مجدد ص۱۸۹)

"پانچواں حصہ : . . . . شریعت کے سلسلہ میں یہ شیخ احمد کے ذہن میں ظواہر ہی تھے یعنی روزے نماز کی پابندیاں یا پھر وجودیوں پر غیظ و غضب، شیعہ اور ہندو وجودیوں دونوں پر۔"

(مجیب ص۲۴۶ محولہ حضرت مجدد ص۱۹۰)

"چھٹا حصہ : . . . . اُن کے خطوط میں جو امراء کے نام ہیں روح کی وہ عظمت کبھی بھی نظر نہیں آتی جو آزاد علماء کا امتیاز سمجھی جاتی تھی . . . . بسا اوقات اُن کی تعریف کے ڈانڈے خوشامد سے جا ملتے ہیں اور ہمیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ شریعت کے لئے وہ جو کوشش کرتے تھے وہ دنیوی دلچسپی کے درجہ پر اُتر آتی تھی۔" (مجیب ص۲۴۷ محولہ حضرت مجدد ص۱۹۲)

"ساتواں حصہ : . . . . ایک خط میں (جلد ۱ مکتوب ۴۳) شیخ احمد نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فرق بتایا ہے . . . . زیادہ غلط نہ ہوگا اگر ہم یہ سمجھیں کہ خط پڑھنے کے بعد شیخ فرید دیر تک سر کو کھجاتے رہے ہوں گے۔" (مجیب ص۹۶۹ محولہ حضرت مجدد ص۱۹۷)

"۷ : . . . . ایک اور خط میں (جلد ۲ مکتوب ۵۱) پھر وہی نصیحت و خوشامد کی آویزش ہے

جس میں شیخ فرید سے کہا گیا ہے کہ صرف اہلِ بیت ہی مسلمانوں کو غلط روی کے چکر سے بچا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ شیخ فرید بخارا کے سیّد تھے۔" (محولہ حضرت مجدد ص۱۹۵)

"آٹھواں حصہ: ..... شیخ احمد نے اس امر کی شعوری کوشش کی کہ تصوف کو شریعت کی چاکری میں لے آئیں اور شریعت وہی جو کچھ اُن کے تصوّر کے مطابق تھی ..... پھر اذکار و وظائف ..... پھر اس میں تعویذ نویسی بھی داخل ہوئی ..... کسی کو بھی اس کا خیال نہ آیا کہ تعویذ یا تو اَن پڑھ آدمی کے ساتھ ایک فریب کاری ہے یا پھر خدا کے ساتھ ایک چال ..... دوسری طرف غیر سکّہ بند صوفیاء اگرچہ اب بھی ملتے ہیں لیکن وہ بھی پہلے کی مانند اب ایک لادے ہوئے نظام کی جکڑ بندیوں کے خلاف حرّیتِ ذہن انسانی کے نمائندے نہ رہے۔" (محولہ حضرت مجدد ص۲۰۴)

یہ ہے شانِ تحریر موجودہ تہذیب کے ساختہ پرداختہ محققین کی قلم افشانیوں کی کہ تحقیق انصاف غیر جانبداری، عدم تشدد، رواداری اور بے تعصبی کے بلند بانگ دعاوی میں اپنے نزدیک سیکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ دامنِ شائستگی پر روشنائی بھی نہایت حرّیتِ ذہن اور وسیع المشربی سے چھڑکتے جاتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کہ کس شخصیت اور کس بھلے مانس پر یہ چھینٹیں ڈالی جارہی ہیں۔

بطور تقابل مطالعہ یہاں ہم سرمۂ چشم بصیرت کے طور پر حضرت علاّمہ موصوف کا صرف ایک جزوی تبصرہ پیش کر رہے ہیں جو پروفیسر صاحب کی تحریر کے حصۂ اوّل کے ابتدائی جملہ سے متعلق ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"پروفیسر صاحب نے آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمہ) کا ذکر آپ کے نام (شیخ احمد) سے کیا ہے حالانکہ شہرت آپ کے خطاب سے ہے ..... کیا پروفیسر صاحب کسی غیر مسلم مذہبی رہنما کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا وہ عیسائیوں کے سینٹ کے ساتھ سینٹ کا لفظ نہیں لکھیں گے یا سکھوں کے کسی گرو کے ساتھ لفظ گرو نہیں لگائیں گے؟ ایسے مواقع پر اعتقاد اور عدم اعتقاد کا سوال نہیں ہوتا۔ بلکہ تہذیب و شائستگی بھی ایک شے ہے جس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔" (حضرت مجدد صفحہ ۴۸۳-۱۸۴)

رہ گیا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین کی تصانیف اور مقالات کے متعلق اُن کے مبلغ علم معیارِ تحقیق، اصولِ تبصرہ وتنقید، استعمالِ اسناد و ترتیب کتابیات کا کچا چٹھا اور ڈھول کا پول تفصیلی طور پر حضرت علاّمہ موصوف کی کتاب (حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین) کے بالاستیعاب مطالعہ سے اظہر

من الشمس ہو سکتا ہے۔ اِس مختصر میں زیادہ گنجائش نہیں۔

سوم : آپ کے سلسلۂ تحریر میں اِس وقت ایک آخری رسالہ جو مسئلۂ سماع و غنا کے متعلق ہے اور درحقیقت وہ حضرت علامہ موصوف کی ایک ضخیم فارسی تصنیف کا ایک جزو ہے جو اردو ترجمہ کی شکل میں زیرِ طبع ہے۔ حضرت علامہ موصوف کو اگرچہ سلاسلِ طریقت میں سات سلسلوں سے اجازت و خلافت حاصل ہے مگر بطور خصوصی آپ نقشبندی مجدّی ہیں۔ اور نقشبندیوں کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ لوگ سماع و غنا کے خلاف ہوتے ہیں۔ حالانکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل اِس بات میں حضرت خواجۂ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کے اِس قول پر ہے کہ "نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم" یعنی میں نہ یہ کرتا ہوں اور نہ ہی اِس کا انکاری ہوں۔ متذکرہ بالا رسالہ میں حضرت علامہ موصوف نے تقابلی مطالعہ کے طور پر پہلے صا سے صلا تک منفی دلائل جو حرمتِ سماع و مزامیر کے بارے میں عموماً پیش کئے جاتے رہے ہیں اُن میں آپ نے سات آیاتِ قرآنی نقل کی ہیں جن کی تفسیر میں حضرت ابن عباس و مجاہد و ابن مسعود کے اقوال کو خاص کر ذکر کیا گیا ہے اور پھر نفی ہی میں اٹھائیس احادیث جو حامیانِ حرمت نے نقل کی ہیں وہ پیش کر دی ہیں۔

بعدہ ص۱۲ سے ص۳۴ تک ان سب پر علماء و ائمہ کے اقوال و واقعات اور جرح میں نقل کی ہیں جو اثبات و اباحت سے متعلق ہیں۔ اور پھر ص۲۷ سے ص۳۴ تک علامہ عبد الغنی نابلسی دمشقی حنفی کی کتاب الدلالات فی سماع الآلات" سے طویل عربی اقتباسات مع مختصر اردو خلاصہ کے تحریر فرمائے ہیں اور سب سے آخر میں ص۳۵ سے ص۳۶ تک حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا مسئلۂ ہذا پر ایک طویل جوابی مکتوب بطور قولِ فیصل کے نقل کر کے مسک الختام یوں فرمایا ہے کہ "عاجز نے علمائے اعلام کا کلام نقل کر دیا ہے ان حضرات نے جو کچھ تحریر فرمایا ہمارے لئے حجت ہے"۔ بہر حال داخلی شہادتوں کے ضمن میں اوپر جو کچھ بھی پیش کیا گیا ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علامہ موصوف کی تحریرات تخلیق، تحقیق اور تبصرہ یا تنقید کے فنی معیار اور اسلامی اصولوں کے مطابق عمل میں آئی ہیں۔

اس کی مزید توثیق ان خارجی شہادتوں سے ہوتی ہے جو موصوف کی متعدد تصانیف و مقالات پر ملک کے مقتدر علمائے کرام، ہر مکتبِ فکر کے غیر متعصب و انصاف پسند دانشوروں نے بشکل تعارف و تبصرہ اظہار فرمایا ہے۔ داخلی شہادتوں کے ساتھ ساتھ خارجی شہادات کی پیش کش سے فنِ تحقیق کی ایک مرتب و مروّج طریقِ کار کی پابندی ہی نہیں مقصود ہے بلکہ اس لیے بھی اہم ہے کہ ہر دو قسم کی شہادتوں کے بالترتیب مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ ان قدر دانِ اہلِ علم کی موقر رائیں اور ان کے رشحاتِ قلم نام نہاد تقریظیں نہیں ہیں بلکہ امرِ واقعہ کا پُر مغز اور ٹھوس اعتراف ہے جو خالص علمی چیز ہے۔ ان کی قلم کاریوں کے سدا بہار اور

سچے پھولوں کی خوشہ چینی کا ما حصل درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

د۔ خارجی شہادت: ۱۔ تبصرہ مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی بر کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" طبع ۱۹۸۴ء کو بھیجے جانے پر موصوف کے نام جوابی مکتوب مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۸۴ء میں لکھتے ہیں (نقل از مقاماتِ خیر طبع آفسٹ ۱۹۸۹ء ص ۷۲۳)

"کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" پہنچی شکریہ۔ جب اس کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک ختم نہیں کر لیا اسے ہاتھ سے نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آپ نے احقاقِ حق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے نہایت سنجیدگی اور اعتدال و توازن کے ساتھ جو آپ کی سرشت اور خصلتِ طبیعی ہے۔ مدلل اور مبرہن لکھا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے....."

۲۔ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کا تبصرہ بر "مقاماتِ خیر طبع آفسٹ ۱۹۸۹ء"

"اِس بات کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کتاب کو میں نے مکرر سہ کرر پڑھا اور ہر بار اُن بزرگوں کے تذکرے سے ایک خاص لذّت اور خاص قلبی سکون و سرور محسوس کیا.....

.....محترم مصنف نے ان میں سے ہر ایک بزرگ کے احوال اور سوانح حیات انتہائی دیدہ ریزی اور جستجو کے ساتھ مستند کتابوں سے اس قدر جمع کر دیئے ہیں کہ اس کتاب کو ان بزرگوں کے احوال میں دائرۃ المعارف کہا جا سکتا ہے۔"

۳۔ مولانا عبد الماجد دریابادی نے صدق جدید لکھنؤ کی جلد ۲۶ نمبر ۲۶ یوم جمعہ ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ر مئی ۱۹۷۶ء کے پرچہ کے صفحہ چار کالم دو میں لکھا ہے۔

"ابنِ تیمیہ کی شخصیت معرکۃ الآراء ہوئی ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک وہ محقق اور فاضل ہیں اور دوسرے گروہ کے نزدیک تشدّد اور تقشّف کا مجموعہ۔ ایک سلجھے ہوئے اہلِ قلم نے اُن کے متعلق بڑا متوازن تبصرہ کیا ہے اور ابن تیمیہ کی اصل عبارتوں کا ترجمہ بھی دے دیا ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاصرین کو کن اسباب سے غلط فہمی ہوئی۔ کتاب ابن تیمیہ کے موافقین و مخالفین دونوں کے پڑھنے کے قابل ہے اور مصنف نے اس سلسلہ میں ایک بڑا کام کر دیا ہے۔

۴۔ ڈاکٹر عبد الستار خاں سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن حضرت علامۂ موصوف کی کتاب "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء" کے تعارف و تشکر کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے قلمی افادات کا آغاز مصر سے واپسی کے بعد ہوا اور ہر تحریر میں اپنے ذہن کی اُپج، فہم و فراست کی بلندی، مطالعہ کی وسعت، نظر کے عمق اور قوّتِ اجتہاد

کے پائدار نقوش چھوڑے ہیں۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں۔ الحمد للہ اس بات کا پورا اطمینان ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک اچھی مستند معلومات افزا اور فیصلہ کن کتاب پہلی بار ظاہر ہو رہی ہے:"

۵۔ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی بانی ندوۃ المصنفین دہلی نے کتاب وحدۃ الوجود و شہود الحق فی کل موجود کے اردو ترجمہ اور تحشی کے متعلق "تعارف" کے زیرِ عنوان لکھا ہے۔

"حضرت مولانا شاہ زید ابو الحسن سجادہ نشین خانقاہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں معروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہما سجادہ نشین ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ کا علمی ذوق رکھتے ہیں اور اپنے وقت کا بڑا حصہ مطالعہ و تحقیق میں صرف کرتے ہیں۔۔۔۔ مولانا نے بکمالِ ہمت مجدد صاحب کے مکتوبات کے وہ تمام ضروری حصے چھان کر رکھ دیئے جن میں وحدۃ شہود کے مسئلہ پر کلام کیا گیا ہے۔ اس طرح موصوف کی کاوش اور عرق ریزی کی بدولت زیرِ نظر مجموعہ میں دونوں نقاطِ نظر کا عطر مع اصل کتاب کے آگیا ہے۔" (کتاب وحدۃ الوجود طبع اوّل دہلی ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۔۴)

اور جناب مفتی صاحب نے مسئلہ ضبطِ ولادت میں تحریر فرمایا ہے۔

"ہمارے شہر کے مشہور گوشہ نشین بزرگ اور خانقاہ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا الحاج شاہ ابو الحسن زید صاحب دام ظلہم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور مسئلہ کے ایک ایک گوشہ پر غور کیا جیسا کہ موصوف نے اپنی تحریر کی ابتدا میں فرمایا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اس نازک مرحلہ کی اس اہم مسئلہ کی شرعی اور فقہی حیثیت واضح ہو جائے۔۔۔ پوری تحریر میں عالمانہ شان جھلک رہی ہے جس میں اعتدالِ فکر و نظر کا بہترین نمونہ پیش کیا گیا ہے۔"

۶۔ مولانا محمد میاں صاحب شیخ الحدیث نے آپ کی کتاب مسئلہ ضبطِ ولادت کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"تمام پہلو طشت از بام کر دیئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا۔ (مسئلہ ضبطِ ولادت طبع ثانی ص ۹۹)

۷۔ مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری بابتہ کتاب "مسئلہ ضبطِ ولادت" تحریر فرماتے ہیں۔

"بے شک آپ نے مصری مکتبِ خیال کے زیرِ اثر کافی کاوش اور دماغ سوزی سے کام لیا ہے۔ آیاتِ قرآنی اور فقہی عبارتوں سے مسئلہ کے ہر پہلو پر بحث کی ہے جو قابلِ داد و تحسین ہے۔" (ص ۱۰۵)

۸۔ پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تقریر بحیثیت صدر جلسہ منعقدہ ۸ مارچ ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء بمقام ادارہ مذکورہ بالا حضرت علامہ موصوف کے ایک علمی مقالہ پر۔

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج ایک عرصہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فضا میں اس درجہ محققانہ اور

فاضلانہ مقالہ پڑھا گیا۔" (روئداد جلسہ "برہان" دہلی بابتہ اپریل ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء زیرِ عنوان "نظرات")

(نوٹ) خارجی شہادتوں کے سلسلہ میں ایک پرانی بات یاد آئی جو کئی بار سُنی اور پڑھی بھی۔ مناسب ہے کہ اس موقع پر اس کی ذرا وضاحت کر دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علامہ موصوف کے لئے کبھی کبھی اس قسم کا فقرہ استعمال کیا جاتا ہے کہ آپ ازہری ہیں یا آپ کا انداز مصری علماء کا ہے وغیرہ۔ حسنِ ظن کی بنا پر اس کا اچھا مفہوم توصرف امرِ واقعہ کا اظہار ہے لیکن ہم نے محسوس کیا ہے کہ کئی دفعہ اس میں طنز یا استخفاف کا پہلو بھی جھلکتا ہے اس لئے یہاں خود حضرت علامہ موصوف کا ایک اقتباس مصری علماء کے متعلق پیش کئے دیتا ہوں جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

"عاجز مصر گیا۔ وہاں کے علماء کو اہلِ ہند اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔۔۔۔ عاجز نے وہاں کے علماء کو اخلاق فاضلہ سے متصف پایا۔ عقائد میں راسخ القدم ہیں۔ علماء کا احترام کرتے ہیں کسی کی غیبت نہیں کرتے کسی کی بُرائی نہیں کرتے۔ بیشک وہاں کے علماء کا مسلک مسئلہ لحیہ (داڑھی) میں مالکیہ کے قول پر ہے۔۔۔ مسائل کے بیان کرنے میں محتاط ہیں مسئلے میں پوری تحقیق کرتے ہیں پہلے علماء کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کسی کا استخفاف نہیں کرتے البتہ علمی پیرایہ سے اس کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔" (مقاماتِ خیر آفسٹ ۱۹۸۹ء ص ۱۷)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علمائے مصر کا انداز قطعاً علمی ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے نیز لائقِ پیروی بھی۔

۵۔ خاتمہ کلام: حضرت علامہ موصوف دام فیوضہ کی تحریرات پر اگرچہ کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم و قلیل العقل کے لئے گویا سورج کو چراغ دکھانے کے اس معنی کر مترادف ہے کہ ایک عظیم شخصیت کا فنی تعارف ایک بے بضاعت و گمنام شخص کرائے بلکہ میں تو آپ کے واسطے "بطور کچھ عرض کرنے" کو ایک طرح سے گستاخی تصور کرتا ہوں کیونکہ آپ کی ذات مجمع صفات اس قسم کے تعارف سے بلند و بے نیاز ہے۔ اسی لئے اس موضوع پر قلم اُٹھانے سے کئی بار ہچکچا کر رہ گیا۔

لیکن اپنا ذوق حضرت علامہ موصوف کے جس مکمل و محکم تعارف کا حقدار سمجھتا تھا اس کے شدید تقاضوں نے بالآخر جراتِ قلم پر آمادہ کر کے ہی چھوڑا۔ آپ کی عظمت بحیثیت ایک نابغۃ العصر عالم قاری صاحبِ طریقت ادیب، محقق، مصنف اور متقی صاحب قلم کے اس کا عین تقاضا یہ بھی تھا کہ خالص علمی انداز پر تعارف و تبصرہ مرتب کیا جائے لہٰذا آپ کی شخصیت اور کارناموں کو فنِ تحریر کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں باقاعدہ داخلی، خارجی شہادتوں کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اہم ذمہ داری سے میں کتنا عہدہ برآ ہو سکا ہوں اس کے لئے تو صرف یہ عرض کر سکتا ہوں کہ "من آنم کہ من دانم" رہا قارئین کرام کا تاثر کہ وہ کیا رائے قائم کریں، اللہ بہتر جانے۔ ہاں ان کی نیک رائے میرے لئے محض عزت افزائی ہوگی اور میں اُن کی جزائے خیر کا دعا گو ضرور ہوں گا۔ ان شاء اللہ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وسلام علی المرسلین وعلی نبینا سید الانبیاء ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وذریاتہ واصحابہ اجمعین۔

ابتدائیہ

ابوالحسن زید فاروقی عرض کرتا ہے کہ عاجز کے جدِّ امجدِ اعلیٰ حضرت شاہ احمد سعید کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبد الغنی محدّثِ دار الہجرۃ النبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے آپ کے مُریدِ پاک باطن ابو عثمان محمد میر نے فارسی میں اَسّی مسائل دریافت کئے اور آپ نے فارسی میں جوابات تحریر کئے۔ یہ سوالات اور جوابات "شفاء السّائل فی اجوبۃ المسائل" کے نام سے ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء مطبع دار السلام میں چھپے، اس کے ایک نسخہ پر محسن نام کسی مولوی نے فارسی میں حواشی لکھے ہیں۔ یہ نسخہ جنابِ قاضی عطاء اللہ پانی پتی کے پاس تھا۔ آپ حضرت قاضی ثناء اللہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے یہ نسخہ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں عاجز کو دیا۔ عاجز نے محسنِ بدباطن کی ردّ و قدح کے جواب میں ضخیم کتاب "اَلْقَوْلُ السَّنِی فِی الذَّبِّ عَنِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْغَنِی" ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ (جنوری ۱۹۴۲ء) میں تحریر کی، عاجز نے گیارہ شعروں کا تاریخی قطعہ کہا ہے۔ پہلا اور آخری شعر اس طرح ہے۔

زید چوں تالیف را انجام داد	شکر از دل وز زباں تکبیر کرد
وز برائے سالِ تالیفش چنیں	گفت "اَلْقَوْلُ السَّنِی تحریر کرد" ۱۳۶۰ھ

عاجز نے ہر مسئلہ کو ایک فصل قرار دیا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ کتاب کامل ہے لیکن وہ درحقیقت ایک مسودہ ہے اور عاجز اوقاتِ فراغ میں اس کو نقل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ کتاب "سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہؒ" کی تالیف کے بعد القول السنی کے مبیضہ میں مصروف ہو گیا۔ عاجز نے اس کتاب میں بعض مسائل کو مختصر رسالہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ چنانچہ فصل پینتالیس میں غناء و سماع کے بیان میں مختصر رسالہ "صَرِیْرُ الْیَرَاعِ لِلْاِرْتِشَافِ مِنْ حُمَیَّا السَّمَاعِ" لکھا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ عاجز اس رسالہ کو لکھ رہا تھا کہ نورِ چشم ابو النصر انس نے اس کو دیکھا اور انھوں نے اس کا ذکر اپنے استادِ فارسی جناب مولانا قاضی سجاد حسین سے کیا اور قاضی صاحب کی فرمائش پر یہ رسالہ ان کو دکھایا۔ قاضی صاحب نے رسالہ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔

"سماع کے مسئلہ پر محققانہ تحریر ہے۔ سجاد حسین، ۱۷ر نومبر ۱۹۹۰ء"

سماع کے مسئلہ پر محققانہ تحریر ہے
سجاد حسین
17/11/90

اور دو تین دن کے بعد آپ کی آمد ہوئی اور آپ نے عاجز سے کہا اس رسالہ کو چھپوا دو۔ عاجز نے کہا اب اُردو پڑھنے والے دستیاب نہیں ہوتے، اِس فارسی اور عربی رسالہ کو کون پڑھے گا۔ آپ نے کہا۔ اس کا ترجمہ کر دو۔ رسالہ کا نام بھی قاضی صاحب کو پسند آیا۔ آپ کی بات کا اثر ہوا اور عاجز رسالہ کا ترجمہ کرنے میں مصروف ہوا۔ ۲۱ر دسمبر کو عاجز قاضی صاحب سے ملنے ان کے گھر گیا۔ آپ نے رسالہ کے ترجمہ کے متعلق دریافت کیا۔ عاجز نے کہا ایک دو دن کا کام باقی ہے۔ فرمایا آپ مجھ کو پھر دکھادیں۔ افسوس صد افسوس کہ دکھانے کی نوبت نہ آئی اور جناب قاضی صاحب نے صدائے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً سُنی اور دوشنبہ ۵ر جمادی آخرہ ۱۴۱۱ھ ۲۴ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو ظہر کے بعد خبر ملی کہ آپ اچانک رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عاجز فوراً آپ کی قیام گاہ گیا اور آپ کے جسمانِ خاکی پر بہ صد سوز و درد سلام مسنون پیش کیا اور دوسرے دن صبح نو بجے دہلی کالج (عربک ہائی اسکول) میں نمازِ جنازہ پڑھائی پھر حوض رانی کے قبرستان میں ساڑھے بارہ بجے آپ کی تدفین میں شریک ہوا۔ اتفاق سے تدفین کے دَوران آپ کی قبر کی محاذات میں ابر کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ سورج کی کرنوں سے ابر کا کچھ حصہ چمک رہا تھا اس منظر کا اثر ہوا اور درج ذیل تاریخی قطعہ نظم ہوا۔

زہے مردِ مبارک روزگارے ۔۔۔ کہ بُد سجّادِ قاضی نامدارے

چہ پاکیزہ تاریخِ وفاتش ۔۔۔ "نمودِ ابرِ رحمت برمزارے" ۱۴۱۱ھ

اب یہ عاجز جناب قاضی صاحب کی خوشی کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں کتاب "امامِ اعظم ابو حنیفہ کی سوانح" ۱۴۱۰ھ کی تصحیح کے سلسلہ میں عاجز کا جانا بہرائچ کا ہوا وہاں برادرِ طریقت مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب خیالی نے یہ رسالہ دیکھا اور رسالہ کا تاریخی عرفی نام "غناء و سماعِ اصفیاء" ۱۴۱۰ھ تجویز کیا۔ اور میلادی تاریخ "تحقیقِ مسئلہِ سماعِ اَغنیہ" ۱۹۹۱ء سے نکالی۔ عاجز پہلے تاریخی مادہ سے اس رسالہ کا عرفی نام رکھتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰہُ لَنَا بِالْحُسْنٰی هُوَ مَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

دوشنبہ ۔ ۲۰ر شوال ۱۴۱۱ھ

۶ر مئی ۱۹۹۱ء

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ حِیْنٍ وَّآنٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ الطَّاهِرِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ وَبَعْدُ۔

بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی عرض کرتا ہے۔ سماع کے مسئلہ میں ائمۂ اعلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی تالیفات میں لکھا ہے۔ اِس وقت عاجز کے سامنے پانچ مستند کتابیں ہیں۔

(۱) حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی احیاء علوم الدین مشہور و معروف کتاب ہے۔ امام غزالی کے متعلق علامۂ اجل اسنوی نے لکھا ہے۔

هُوَ قُطْبُ الْوُجُوْدِ وَالْبَرَكَۃُ الشَّامِلَۃُ لِكُلِّ مَوْجُوْدٍ، رُوْحُ خُلَاصَۃِ اَهْلِ الْاِیْمَانِ وَالطَّرِیْقُ الْمُوْصِلَۃُ اِلٰی رِضَاءِ الرَّحْمٰنِ یَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی بِہٖ كُلُّ صِدِّیْقٍ وَلَا یَبْغَضُہٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِیْقٌ۔

آپ وجود کے قطب اور ہر موجود کی برکت کے شامل اور اہلِ ایمان کی روح کا خلاصہ ہیں، جس سے ہر صدیق اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ آپ سے بُغض ملحد اور زندیق ہی کرتا ہے۔ اور لکھا ہے۔

اَلْغَزَالِیُّ اِمَامٌ بِاِسْمِہٖ تَنْشَرِحُ الصُّدُوْرُ وَتَحْیَا النُّفُوْسُ وَبِرَسْمِہٖ تَفْتَخِرُ الْمَحَابِرُ وَتَهْتَزُّ الطُّرُوْسُ وَبِسَمَاعِہٖ تَخْشَعُ الْاَصْوَاتُ وَتَخْضَعُ الرُّؤُوْسُ۔

غزالی ایسے امام ہیں جن کے نام کی برکت سے سینوں کو انشراح ہوتا ہے اور آپ کا ذکر لکھنے سے دواتوں کو فخر ہوتا ہے اور کاغذات جھومنے لگتے ہیں۔ اور آپ کے ذکر کو سُن کر آوازیں پست ہوجاتی ہیں اور سر جُھک جاتے ہیں۔

حضرت امام غزالی کی وفات ۱۴ر جمادی الآخرہ ۵۰۵ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) علامۂ اجل شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب نُوَیری کِندی متوفی ۷۳۲ھ نے اپنی تالیفِ قیّم "نِهَایَۃُ الْاَرَبِ فِیْ فُنُوْنِ الْاَدَبِ" کی چوتھی جلد کے چھٹے باب میں غنا اور

سماع کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ محدثین کی تالیفات سے اُن تمام روایات کو نقل کیا ہے جن کا تعلق سماع و غنا سے ہے۔

(۳) علامۂ روزگار قطب شام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم نابلسی دمشقی متولد ۱۰۵۰ھ متوفی ۱۱۹۳ھ حنفی نقشبندی قادری نے رسالہ "ایضاحُ الدَّلالاتِ فِی سَماعِ الآلاتِ" میں تفصیل سے سماع اور غنا کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ آپ علم و فضل و کمال میں نابغۃ العصر تھے۔ آپ کی تالیف "کشف النور عن اصحاب القبور" کے مقرر کرنے والے "کشف النور" کا ذکر کر کے آپ کی دو سو سولہ تالیفات کے نام لکھ کر لکھا ہے۔ "وغیر ذلک" ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مصر میں ایک رفیقِ دراست نے عاجز سے کہا تھا کہ آپ کی چار سو کتابیں ہیں رحمہ اللہ۔

(۴) ایک مختصر رسالہ "اِبَاحۃُ السَّمَاعِ وَالْمَزَامِیْر" مرشد محقق ابوالمواھب کا ہے جو ۱۲۷۸ھ میں چھپا ہے اور حضرت سیدی الوالد شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین قدس سرہٗ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں اپنے ساتھ مکہ مکرمہ سے لائے، تبرکاً اس رسالہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۵) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی عثمانی حنفی نقشبندی متولد ۱۱۳۸ھ متوفی ۱۲۲۵ھ کا رسالہ "حکم سرود و مزامیر و غنا" ہے، جو کہ مولانا محمد سالار کے خط کا جواب ہے۔

عاجز ان پانچ کتابوں سے مسئلہ غنا و سماع کا بیان کرتا ہے۔ علامۂ اجل سَنوی نے جو مدح حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی کی "وَبِوَسْمِہٖ تَفْتَخِرُ الْمَحَابِرُ وَتَھْتَزُّ الطُّرُوْسُ" سے کی ہے اس نے عاجز پر اثر کیا اور عاجز نے اس رسالہ کا نام "صَرِیْرُ الْیَرَاعِ لِلْارْتِشَافِ مِنْ حُمَیَّا السَّمَاعِ" رکھا یعنی سماع کی شراب چوسنے کے لئے قلم کی چرچراہٹ۔

علامہ شہاب الدین احمد نویری کندی نے لکھا ہے۔ مسئلہ سماع اور آلاتِ طرب جیسے بانسری، سارنگی، دَف وغیرہ کے متعلق علماء کرام نے اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت نے آلاتِ طرب سننے کو مباح قرار دیا ہے۔ علامہ نویری نے آلاتِ طرب کے سننے کو حرام کہنے والوں کے اقوال کو پہلے لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں امام حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی مقدسی نے ایک کتاب لکھی ہے اور علامہ نویری نے اُن کے اقوال لکھے ہیں۔ عاجز اختصار

کے ساتھ اس کا بیان کرتا ہے۔

فرمایا ہے۔ سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عمدہ اور آسان مذہب دے کر تمام عالم کے لئے بھیجا ہے۔ وہ سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں فرماتا ہے "جو تابع ہوتے ہیں اُس رسول کے جو نبی ہے اُمّی، جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں، بتاتا ہے اُن کو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے، اور پھانسیاں جو اُن پر تھیں، سو جو اُن پر یقین لائے اور اُس کی رفاقت کی اور مدد کی اور تابع ہوئے اُس نُور کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے وہی پہنچے مراد کو"۔

اللہ کے رسول حضرت محمد نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیام پہنچایا اور امانت ادا کی اور امّت کو نصیحت کی اور راہ دکھائی اور احکام جاری کیے، کرنے کا حکم دیا اور نہ کرنے سے منع کیا، جس طرح پر کہ آپ کو حکم ہوا، لہٰذا آپ کے اور آپ کے خلفائے راشدین کے بعد جن کے اتباع کا اور ان کے طریقوں کی پیروی کا حکم آپ نے دیا ہے کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کام کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے بغیر کسی دلیل کے جو کہ آیتِ محکمہ یا سنّتِ ماضیہ یا اجماعِ اُمّت ہے، حرام کہے۔ جھوٹوں اور مجروحین کی روایتوں کی بنا پر یا قرآن مجید کی من مانی تاویلات کی بنا پر جن کی کوئی قدر نہیں ہے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اُن افراد کی تاویل مقبول ہوتی ہے جن کے قول کی تائید کلامِ الٰہی یا سنّتِ نبوی یا اجماعِ اُمّت سے ہوتی ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی ہو تو پھر جس کا جو دل چاہے بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم کی آیت تین اور چار میں کہا ہے "اور نہیں بولتا اپنی چاہ سے یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے"۔

امام مقدسی اپنے وقت کے عالی قدر افراد میں سے ایک فردِ جلیل ہیں۔ جوبات اُنھوں نے لکھی ہے سراسر درست ہے اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ سماع اور آلاتِ طرب کو حرام کہنے والوں کی دلیلیں کیا ہیں؟ اور امام مقدسی نے کس دلیل سے ان کے اقوال کا رد کیا ہے۔ ہم پہلے سماع اور آلاتِ طرب کو حرام کہنے والوں کی دلیلوں کا بیان کرتے ہیں۔

حرام کہنے والوں کی دلیلیں کلامِ الٰہی سے

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ کام نکال لے گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں نوے ہیں اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے (نماز میں نوے ہیں یعنی بہت عاجزی اور زاری سے پڑھتے ہیں) سورہ مومنون، آیت ایک، دو، تین،

(۲) اور فرمایا ہے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا، کھنڈ جاویں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاویں کھڑا، تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے تماشہ سے اور سودے سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔ (سورہ جمعہ آیت ۱۱)

(۳) اور فرمایا ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ اور جب سنیں نکمی باتیں اس سے کنارہ پکڑیں۔ (سورہ قصص آیت ۵۵)

(۴) وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ اور جب ہو نکلیں کھیل کی باتوں پر نکل جاویں بزرگی رکھ کر۔ (شعرا آیت ۷۲)

(۵) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ اور ایک لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تا بھلادیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرادیں اس کو ہنسی، وہ جو ہیں اُن کو ذلت کی مار ہے۔ (سورہ لقمان آیت ۶)

(۶) اور فرمایا ہے۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ اور گھبرا لے اِن میں جس کو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔ (اسریٰ آیت ۶۴)

(۷) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ کیا تم اِس بات سے اچنبھا کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔

(سورہ نجم آیت ۵۹ سے ۶۱ تک)

سماع اور غنا کے مانعین نے اِن آیاتِ مبارکہ کے بیان میں حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ سے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے ممانعت کا اثبات ہوتا ہے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ حِمیَر کی لغت میں سامِدُون غنا کو کہتے ہیں اور یہی قول مجاہد سے نقل کیا ہے اور مَنْ یَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ کے بیان میں ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ وہ غنا ہے اور دوسرے قول میں ہے کہ وہ غنا اور اس سے مشابہ امُور ہیں، اور ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ هُوَ الْغِنَاءُ۔ یعنی قسم بہ خدا وہ غنا ہے اور وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ کی تفسیر میں مجاہد سے منقول ہے۔ اَنَّهٗ صَوْتُهُ الْغِنَاءُ وَالْمَزَامِیْرُ۔ کہ یہ غنا اور مزامیر کی آوازیں ہیں اور مجاہد سے وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ غنا ہے اور اس طرح کی اور روایتیں بیان کی ہیں۔

ان افراد نے سُنّتِ مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے جو درجِ ذیل ہے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْقَیْنَةَ وَبَیْعَهَا وَثَمَنَهَا وَتَعْلِیْمَهَا وَالْاِسْتِمَاعَ اِلَیْهَا۔ اور پھر آپ نے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ پڑھی۔ یعنی اللہ نے حرام کر دیا ہے گانے والی لونڈیوں کو اور اُن کے فروخت کرنے کو اور ان کی قیمت کو اور اُن کے تعلیم دینے کو اور ان کے گانے کے سننے کو۔

(۲) حضرت ابو اُمامہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا رَفَعَ اَحَدٌ صَوْتَهٗ بِغِنَاءٍ اِلَّا بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَیْهِ شَیْطَانَانِ عَلٰی مَنْکِبَیْهِ یَضْرِبَانِ بِاَعْقَابِهِمَا عَلٰی صَدْرِهٖ حَتّٰی یُمْسِكَ۔ یعنی جو بھی گانے کے لئے اپنی آواز اٹھاتا ہے (بلند کرتا ہے) اللہ عزّ وجلّ اس کی طرف دو شیطان بھیجتا ہے جو اس کے مونڈھوں پر بیٹھ کر اس کے سینے کو اپنی ایڑھیوں سے مارتے ہیں جب تک کہ وہ خاموش ہو جائے۔

(۳) ابو الزبیر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کَانَ اِبْلِیْسُ اَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَاَوَّلُ مَنْ اَغْنٰی۔ یعنی ابلیس نے ابتداءً نوحہ کیا اور گانا گایا۔

(۴) بخاری نے ابو عامر اور ابو مالک اشعری سے روایت کی ہے۔ لَیَکُوْنَنَّ فِیْ

اُمّتِی اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ یعنی میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو ریشمی کپڑے اور آلاتِ طرب کو حلال سمجھیں گے۔

(۵) ابو داؤد نے نافع کی روایت لکھی ہے کہ ابن عمر راستہ پر جا رہے تھے کہ انھوں نے بانسری کی آواز سُنی، انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں رکھیں اور راستہ سے آپ ہٹ گئے اور مجھ سے پوچھا اے نافع کیا آواز سُن رہے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں اور کہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا۔

(۶) ابو اُمامہ باہلی نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا یَحِلُّ بَیْعُ الْمُغَنِّیَاتِ وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَلَا تَحِلُّ التِّجَارَةُ فِیْهِنَّ وَاَثْمَانُهُنَّ حَرَامٌ وَالْاِسْتِمَاعُ اِلَیْهِنَّ حَرَامٌ۔ حلال نہیں ہے گانے والیوں کا بیچنا اور اُن کا خریدنا اور ان کی تجارت جائز نہیں ہے اور ان کا روپیہ حرام ہے اور ان کا گانا سننا حرام ہے۔

(۷) اور روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِنَفْیِ الطُّنْبُوْرِ وَالْمِزْمَارِ۔ کہ میرے رب نے مجھ کو طنبورا اور مزمار کے ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

(۸) اور حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب الدف اور لعب الصَّنج اور صوت المزمارہ سے مجھ کو منع کیا ہے۔

(۹) اور حضرت علی سے روایت کی گئی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں کی خرید و فروخت سے اور ان کی تجارت سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کی کمائی حرام ہے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتُ نُدْبَةٍ عِنْدَ مُصِیْبَةٍ۔ دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے ایک باجے کی آواز خوشی کے وقت کی اور ایک نوحہ کی آواز مصیبت کے وقت کی۔

(۱۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نُهِيتُ عَنْ صَوْتَيْنِ اَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ۔ مجھ کو فاجروں اور احمقوں کی دو آوازوں سے روکا گیا ہے، ایک آواز نعمت کے وقت کی اور ایک آواز مصیبت کے وقت کی۔

(۱۲) حضرت جابر کی روایت میں ہے۔ صَوْتٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ وَصَوْتٌ عِنْدَ نَغْمَةٍ لَعِبٍ وَلَهْوٍ وَمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ۔ ایک آواز مصیبت کے وقت کی اور ایک آواز کھیل کود اور لہو اور شیطانی باجوں کے وقت کی۔

(۱۳) اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ (دھنسنا، شکل کا بگڑنا اور دھڑ پھسلکوں میں پھنسنا) اس امت میں ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی۔ کہ یہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں۔ قَالَ نَعَمْ اِذَا ظَهَرُوا الزُّوْرَ وَالْمَعَازِفَ وَشُرْبَ الْخَمْرِ وَلُبْسَ الْحَرِيْرِ۔ آپ نے فرمایا ہاں جبکہ جھوٹ اور گانے بجانے اور شراب نوشی اور ریشمیں لباس کا استعمال عام ہوگا۔

(۱۴) ابوہریرہ نے مُسند کرکے کہا ہے کہ غنار سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔

(۱۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْاَوْثَانِ الَّتِيْ كَانَتْ تُعْبَدُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْخَمْرِ۔ الحدیث۔ مجھ کو میرے پروردگار نے بھیجا ہے کہ گانوں اور بتوں کو جن کی عبادت جاہلیت میں کی جاتی تھی مٹادوں اور شراب سے منع کروں۔

(۱۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى قِيَانٍ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ۔ جو گانے والیوں کا گانا سُنے گا اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

(۱۷) اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لَعَنَ اللّٰهُ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ وَالْمُغَنِّيَ وَالْمُغَنّٰى لَهٗ۔ اللہ نے لعنت کی ہے نوحہ کرنے والی پر اور اس کے سننے والی پر اور گانے والے پر اور اس پر جس کے لئے گا رہا ہے۔

(۱۸) اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ النظرُ الی المُغنِیَۃِ حرامٌ وَثمنُہا حرامٌ۔ گانے والی کو دیکھنا حرام اور اس کی قیمت حرام ہے۔

(۱۹) وَرُوِیَ عَن عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَمِلَتْ اُمَّتِیْ خَمسَ عَشرَۃَ خَصلَۃً حَلَّ فِیْھَا الْبَلَاءُ، وَذَکَرَھَا وَمِنْ جُمْلَتِھَا۔ وَاتخذت القِیَانَ وَالْمَعَازِفَ۔ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت جب ان پندرہ خصلتوں میں مبتلا ہوگی وہ آفتوں میں پڑے گی۔ اِن پندرہ خصلتوں میں وَاتّخذتِ القِیَانَ وَالْمَعَازِفَ۔ گانے والیوں اور آلاتِ طرب میں مصروف ہونے کا بھی ذکر ہے۔

(۲۰) اور مَروِی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صوت سُنی۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو یہ کون ہے۔ دیکھ کر آنے والے نے آکر بیان کیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص گا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ ارْکُسْھُمَا فِی الْفِتْنَۃِ رَکْساً۔ اے اللہ ان دونوں کو فتنہ کی گہرائی میں ڈال دے۔

(۲۱) ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت کے آخیر میں خَسف (زمین میں دھنسنا) ومَسخ (چہرے کا بگڑنا) وقذف (تہمت تراشیاں) فِی مُتَّخِذِی الْقِیَانِ وَشَارِبِی الخُمُوْرِ وَلَابِسِی الحَرِیْرِ۔ (گانے والی عورتوں کو رکھنے والوں اور شراب پینے والوں اور ریشمین کپڑا پہننے والوں میں ہوگا)

(۲۲) حضرت علی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَہٗ قَیْنَۃٌ فَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْہِ۔ اگر کوئی مرے اور اس کے پاس گانے والی ہو تو اس پر نماز نہ پڑھو۔

(۲۳) عبداللہ بن بِشر صحابی نے عبدالرحمٰن الجندی سے کہا۔ اے ابن الجندی!۔ انھوں نے کہا حاضر ہوں۔ اے ابو صفوان۔ قال واللہ لَیُمْسَخَنَّ قَوْمٌ وَاِنَّھُمْ لَفِیْ شُرْبِ الخُمُوْرِ وَضَرْبِ المَعَازِفِ حتّٰی یَکُوْنُوْا قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ۔ کہا عبداللہ بن بشر نے قسم ہے اللہ کی البتہ مسخ ہو جائے گی ایک جماعت کہ وہ شراب پیتی اور آلاتِ طرب بجاتی ہوگی۔

(۲۴) ابو امامہ کی ایک روایت گزر چکی ہے (ملاحظہ کریں ۲۶ کو) دوسری روایت میں یہ زیادہ ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ بَیْعُ الْمُغَنِّیَاتِ وَلَا شِرَاؤُھُنَّ وَلَا الْجُلُوْسُ اِلَیْھِنَّ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا رَفَعَ رَجُلٌ عَقِیْرَتَہٗ اِلَّا ارْتَدَفَ عَلٰی ذٰلِکَ جُلُوْسُ شَیْطَانٍ عَلٰی عَاتِقِہٖ ھٰذَا وَشَیْطَانٍ عَلٰی عَاتِقِہٖ ھٰذَا حَتّٰی یَسْکُتَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے گانے والیوں کا بیچنا اور خریدنا اور نہ ان کے لئے بیٹھنا۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس نے بھی اپنی لَے اُٹھائی فوراً ایک شیطان اس مونڈھے پر اور ایک شیطان اُس مونڈھے پر بیٹھ جاتا ہے جب تک کہ وہ خاموش نہ ہو۔

(۲۵) اور ابن مسعود سے سُنا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ غنا دل میں نفاق بوتی ہے۔

(۲۶) صفوان بن امیہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس عمرو بن قرّہ آیا اور اُس نے کہا۔ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ کَتَبَ عَلَیَّ الشِّقْوَۃَ وَلَا اُرَانِیْ اُرْزَقُ اِلَّا مِنْ دُفِّیْ بِکَفِّیْ اَفَتَاْذَنُ لِیْ فِی الْغِنَاءِ مِنْ غَیْرِ فَاحِشَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا آذَنُ لَا کَرَامَۃَ وَلَا نِعْمَۃَ وَذَکَرَ حَدِیْثًا طَوِیْلًا۔ اللہ نے میری قسمت میں یہ شقاوت کردی ہے کہ میری روزی کا انحصار میرے ہاتھ کے دَف پر ہے، کیا آپ مجھ کو اجازت دیں گے کہ بغیر کسی فحش کے میں اپنے ہاتھ کے دَف کو بجاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ میں اجازت نہیں دیتا اور اس سلسلہ میں میں کسی قسم کا کرم اور احسان نہیں کرتا۔ اس حدیث کا باقی طویل حصہ بیان کیا۔

(۲۷) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الزَّمَّارَۃِ۔ کُتّے کے ثمن سے (قیمت سے) اور گانے والوں کی کمائی سے منع کیا ہے۔

(۲۸) اور حضرت عثمان سے مروی ہے۔ مَا تَغَنَّیْتُ وَلَا تَمَنَّیْتُ وَلَا مَسَسْتُ ذَکَرِیْ بِیَمِیْنِیْ مُنْذُ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں نے کبھی گانا نہیں

گایا اور نہ کبھی تمنا کی اور نہ کبھی اپنی شرم گاہ کو داہنے ہاتھ سے چھوا ہے جب سے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

حضرت عثمان کی حدیث کی روایت صقر بن عبدالرحمن نے اپنے والد سے، انھوں نے مالک بن مِغوَل سے انھوں نے انس بن مالک سے کی ہے۔

مقدسی نے کہا ہے اس روایت میں ہم کو کسی قسم کا تحامل (مشقت سے کام کرنا) نہیں نظر آیا ہے۔ البتہ اِس حدیث میں ایسی اشیاء کا ذکر ہے کہ اوروں نے اُن کا بیان نہیں کیا ہے لہٰذا اس کو ترک کیا گیا۔

امام غزالی نے کہا ہے۔ اگر یہ روایت تحریم غنا پر دلالت کرتی ہے، چاہیئے کہ تمنا کرنی اور اپنی شرم گاہ کو داھنا ہاتھ لگانا حرام ہو۔ اور یہ کہاں سے ثابت ہے کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس کام کو نہیں کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتا تھا۔

علامہ مقدسی نے لکھا ہے کہ ان روایات اور اس طرح کی دوسری روایات کی بنا پر سَماع کا انکار کیا گیا ہے۔ جَہْلاً مِنْهُمْ بِصَنَاعَةِ عِلْمِ الْحَدِيثِ۔ جو کہ علمِ حدیث کی صناعت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب یہ کسی کتاب میں کوئی حدیث دیکھتے ہیں وہ اپنے لئے اس کو مذہب بنالیتے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے مخالفوں پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ ایک بڑی غلطی اور ایک عظیم جہالت ہے۔

نام نہاد اہلِ حدیث کے غلط طریقہ کو امام حافظ مقدسی نے جہالت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ غلط طریقہ صدہا سال سے جاری ہے۔ عاجز حضرت امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل اور شیخ المشائخ ابو عبداللہ الحارث بن الأسد المحاسبی کا واقعہ لکھتا ہے تاکہ ائمۂ دین اور اہل حق کا مسلک سب کے سامنے آئے۔

شیخ المشائخ الکبار حضرت محاسبی حضرت جنید بغدادی کے مشائخ میں سے ایک عظیم القدر شیخ تھے اور آپ ابو محمد رُوَیم ابو العباس بن عطاء اور عمرو بن عثمان مکی کے سرگروہ تھے۔ آپ کی وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت حارث کے والد اسد نے بہ کثرت مال و دولت چھوڑی، چوں کہ اسد کا عقیدہ خوارج

کا عقیدہ تھا۔ بنا بریں حضرت حارث محاسبی نے ان کے ترکہ میں سے ایک کوڑی بھی نہیں لی'
ایک دن میں اپنے گھر کے دروازے میں بیٹھا تھا میں نے محاسبی کو جاتے ہوئے دیکھا، ان
کے چہرے پر بھوک کے آثار تھے میں نے ان سے کہا۔ اگر آپ میرے گھر تشریف لے آئیں
اور کچھ تناول فرمالیں بہتر ہو۔ انھوں نے فرمایا کیا یہ تمہاری خوشی ہے۔ میں نے ہاں میں
جواب دیا اور وہ میرے ساتھ گھر میں آئے۔ میں اپنے چچا کے گھر گیا وہ صاحبِ استطاعت
تھے۔ عمدہ کھانوں سے کبھی ان کا گھر خالی نہیں رہتا تھا۔ میں نے وہاں سے کچھ کھانا لاکر ان
کے سامنے رکھا، انھوں نے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس
لقمہ کے چبانے میں مصروف ہوئے اور پھر فوراً کھڑے ہو کر گھر سے نکل گئے۔ انھوں نے
ایک بات بھی نہیں کی۔ دوسرے دن صبح کو ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا۔
يَا عَمّ سَرَرْتَنِي وَنَغَّصْتَ عَلَيَّ۔ اے چچا مجھ کو خوش وقت کیا اور پھر مجھ کو دل تنگ کر دیا۔
انھوں نے فرمایا۔ يَا بُنَيَّ، أَمَّا الْفَاقَةُ فَكَانَتْ شَدِيدَةً وَقَدْ اجْتَهَدْتُ فِي أَنْ
أَنَالَ مِنَ الطَّعَامِ الَّذِي قَدَّمْتَهُ إِلَيَّ وَلَكِنْ بَيْنِي وَبَيْنَ اللهِ عَلَامَةٌ، إِذَا لَمْ
يَكُنِ الطَّعَامُ مَرْضِيًّا ارْتَفَعَ إِلَى أَنْفِي مِنْهُ زَفْرَةٌ فَلَمْ تَقْبَلْهُ نَفْسِي فَقَدْ رَمَيْتُ
تِلْكَ اللُّقْمَةَ فِي دِهْلِيزِكُمْ وَخَرَجْتُ۔

اے میرے فرزند، میرا فاقہ شدید تھا اور میں نے کوشش کی کہ تمہارے پیش کردہ کھانے سے
کھاؤں، چونکہ میرے اور میرے پروردگار کے مابین ایک نشانی ہے، اگر کھانا درست نہیں ہوتا
ہے میری ناک میں ایک حرارت سرایت کرتی ہے اور میرا نفس اس کھانے کو قبول نہیں کرتا ہے'
چنانچہ میں نے اس لقمہ کو تمہارے دہلیز پر پھینکا اور باہر نکلا۔

حضرت محاسبی کو اللہ تعالیٰ نے علمِ ظاہر اور علمِ باطن میں صاحبِ کمال کیا تھا۔ مشہور
محدث یزید بن ہارون اور دوسرے علماءِ کبار سے علمِ شریعت پڑھا تھا۔ آپ کی تالیفات سے
خلقِ خدا مستفید ہوتی تھی۔ حضرت امام احمد حنبل کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے وہ حضرت
محاسبی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے اسماعیل بن اسحاق السراج النیشاپوری
سے فرمایا۔ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حارث محاسبی کی آمد و رفت تمہارے گھر ہوتی ہے، اگر تم مجھ کو

اپنے گھر میں ایسی جگہ بٹھا دو کہ مجھ کو کوئی نہ دیکھے اور میں محاسبی کی بات سُن سکوں میرا دل خوش ہو جائے گا۔ میں نے ان سے کہا۔ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ۔ یعنی بسر و چشم اس کام کو انجام دوں گا۔ اور میں محاسبی کے پاس گیا اور ان سے کہا۔ جناب ابو عبد اللہ، کیا ہی خوب ہو کہ ایک رات آپ اپنے تمام اصحاب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں۔ وہاں آپ ذکر شریف کا حلقہ کریں اور کھانا تناول فرمائیں۔ انھوں نے کہا میرے اصحاب زیادہ ہیں۔ لَا تَزِدْ عَلَى الْكُسْبِ وَالتَّمْرِ (کُسْب تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں) یعنی تم تیل کی تلچھٹ اور کھجور کے سوا اور کچھ نہ کرنا۔ اور میں امام احمد کے پاس گیا کہ وہ مغرب کے بعد میرے گھر آجائیں۔ چنانچہ میں اُن کو بالاخانہ پر لے گیا اور اُن سے کہا آپ یہاں قیام کریں۔ پھر محاسبی اور ان کے اصحاب کی آمد ہوئی۔ انھوں نے کھانا کھایا اور پھر عشا کی نماز پڑھی اور پھر محاسبی کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے اور آدھی رات تک سب مراقب رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے جنابِ شیخ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اس کا بیان کیا۔ سب اہلِ حلقہ بالکل خاموشی سے سُنتے رہے۔ كَأَنَّ عَلَى رُؤُسِهِمُ الطَّيْرُ۔ (گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اگر وہ ہلے تو اُڑ جائینگے) البتہ بعض افراد رونے میں مصروف تھے اور کوئی نعرۂ اللہ لگاتا تھا اور حضرت محاسبی اپنے بیان میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ سپیدۂ صبح کا ظہور ہوا اور پھر یہ سب حضرات روانہ ہو گئے۔

اسماعیل نیشاپوری نے حضرت امام احمد حنبل کے متعلق کہا۔ میں آدھی رات کو ایک مرتبہ حضرت امام احمد کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ بہت روئے ہیں اور پھر بے ہوش ہو گئے ہیں۔ پھر حضرت محاسبی اور اُن کے رفقار کے جانے کے بعد اُن کے پاس گیا۔ میں نے ان کے احوال متغیّر پائے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے کیا دیکھا۔ فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَلَا سَمِعْتُ فِي عِلْمِ الْحَقَائِقِ مِثْلَ كَلَامِ هٰذَا الرَّجُلِ وَعَلَى مَا وَصَفْتُ مِنْ أَحْوَالِهِمْ فَإِنِّي لَا أَرَى لَكَ صُحْبَتَهُمْ، ثُمَّ قَامَ وَخَرَجَ۔

میں نے اس قوم کا مثل نہیں دیکھا ہے اور نہ علمِ حقائق میں اس شخص کے کلام جیسا کبھی سُنا ہے اور میرے اس بیان کے باوجود جو میں نے تم سے کہا میں تمہارے واسطے ان

کی صحبت پسند نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔

یہ ہے حضرات ائمہ دین شَکَرَ اللہُ سَعْیَھُمْ کا پاک مسلک کہ انھوں نے حضرت محاسبی اور اُن کے پاک نہاد افراد کی ایسی تعریف فرمائی کہ زائد کے لئے گنجائش نہیں، اور پھر اسماعیل نیشاپوری کو حقیقتِ امر سے آگاہ کردیا کہ تم اُن کے احوال میں نہیں ہو لہٰذا ان کے طور طریقوں سے بچو اور اپنے کام میں مصروف رہو، اُن پر رد و قدح کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

اب یہ عاجز مسئلہ سماع بیان کرتا ہے۔ وَاللہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

امام مقدسی نے لکھا ہے کہ حضرت ممشاد دینوری نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت سے سماع کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کا کیا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا "لَا اُنْکِرُ مِنْهُ شَیْئًا وَلٰکِنْ قُلْ لَھُمْ یَفْتَتِحُوْنَ قَبْلَهٗ بِالْقُرْاٰنِ وَیَخْتَتِمُوْنَ بَعْدَهٗ بِالْقُرْاٰنِ"۔ یعنی سماع میں کچھ منکر نہیں پاتا، تم ان سے کہو کہ وہ سماع کی ابتدا اور اختتام قرآن مجید سے کریں۔

امام غزالی نے فرمایا ہے۔ ابنِ جریج سماع کے مسئلہ میں سماع کے قائل تھے۔ کسی نے اُن سے کہا۔ قیامت کے دن سماع کو حسنات کے زمرے رکھوگے یا سیئات کے زمرے میں۔ آپ نے فرمایا۔ سماع لغو کا شبیہ ہے اور اللہ کا ارشاد ہے: "لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ" (بقرہ۔ ۲۲۵) نہیں پکڑتا تم کو اللہ ناکارہ قسموں پر۔

اور فرمایا ہے۔ پیاری آواز اللہ کا احسان ہے، جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ "یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ" (فاطر-۱) "بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے"۔ اِس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ یہ افزائش حُسنِ صَوت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اَللہُ اَشَدُّ اَذَنًا لِلرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَیْنَةِ اِلٰی قَیْنَتِهٖ" اللہ تعالیٰ خوش آوازی سے قرآن مجید کا سُننے والا کہیں زیادہ ہے بہ نسبت اُس شخص کے جو اپنی خوش آواز لونڈی کے گانے کو شوق سے سنتا ہے۔

علماءِ کرام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت

داؤد علیہ السلام جس وقت زبور پڑھتے تھے یا نوحہ کیا کرتے تھے آپ کی آواز بہت زیادہ خوش الحان ہو جاتی تھی۔ زبور کے پڑھنے کے وقت انس و جن، وحشی جانور اور پرندے آپ کی آواز سننے کے لئے اس کثرت سے جمع ہو جاتے تھے کہ کثرتِ ازدحام کی وجہ سے چار سو لاشیں اُٹھوائی جاتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی خوش الحانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ آلِ دَاوٗدَ۔ آلِ داؤد کے اَلحان میں سے ایک لحن ان کو ملا ہے۔

ابوبکر محمد بن داؤد دینوری مشہور الرّقی سے بیان کرتے ہیں کہ میں صحرا نوردی کرتا تھا اتفاق سے قبائلِ عرب میں سے ایک قبیلہ کے پاس پہنچ گیا۔ اہلِ قبیلہ میں سے ایک شخص مجھ کو اپنے خباء (اپنے خیمہ) لے گیا۔ میں نے اس خباء میں ایک حبشی غلام کو مقید پایا اور خیمہ کے پاس چند اونٹ مرے ہوئے دیکھے۔ البتہ ایک ناتواں اور کمزور اونٹ کو خیمہ میں دیکھا۔ حبشی نے کہا۔ میرا آقا ایک کریم شخص ہے اس نے تم کو اپنا مہمان بنایا ہے اگر تم میری شفاعت میرے مولا سے کردو وہ تمہاری شفاعت کو رد نہیں کرے گا اور میں اس بندش (قید) سے نجات پالوں گا۔

دینوری نے بیان کیا۔ جب خباء کا مالک روٹی لایا میں نے ہاتھ نہیں بڑھایا اور میں نے اس سے کہا جب تک اس غلام کے متعلق میری شفاعت قبول نہ کروگے میں تمہاری روٹی نہیں کھاؤں گا۔ اس نے بیان کیا۔ اس حبشی نے مجھ کو محتاج کر دیا ہے، میرا سارا مال اس نے ہلاک کر دیا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا حبشی نے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا اس حبشی کی آواز نہایت شیریں ہے۔ میری زندگانی کا مال و متاع ان اونٹوں کے اوپر لدا ہوا تھا، اس نے حُدی پڑھی (اونٹوں کو تیز رفتار کرنے کے لئے رجزیہ اشعار پڑھے) اونٹ اس کا نغمہ سُن کر مدہوش ہو گئے اور تین دن کی منزل ایک دن میں قطع کی اور سب اونٹ مر گئے صرف ایک اونٹ بچا ہے جو اس خباء کے اندر ہے۔ تم میرے مہمان ہو تمہاری کرامت اور احترام کرتے ہوئے میں اس حبشی کو تمہیں دیتا ہوں۔

سورج نکلنے پر میں نے چاہا کہ اپنے حبشی غلام سے اُس کی حُدی سنوں۔ ناتواں اُونٹ پانی پینے کے واسطے کنوئیں پر گیا ہوا تھا، میں نے غلام سے کہا۔ حُدی پڑھو۔ جب اُس نے اپنی لے اُٹھائی اور اونٹ نے اس کی آواز سُنی اونٹ مدہوش ہوا، رسّی توڑ دی اور وہیں اپنے مُنہ کے بل گرا۔ میں نے ایسی شیریں آواز کبھی نہیں سُنی تھی۔

ابوالحسن زید فاروقی کہتا ہے۔ مشکات شریف کے باب البیان والشعر کے فصلِ ثالث میں بخاری و مسلم کی روایت کردہ حدیث میں جناب اَنجشہ کا واقعہ ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں۔ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَادٍ یُقَالُ لَہٗ اَنْجَشَۃَ وَکَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم رُوَیْدَكَ یا اَنْجشَۃ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ قَالَ قَتَادَۃ ضَعْفَۃَ النِّسَاءِ۔

عاجز نے اس روایت کا مفہوم فارسی میں نظم کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

۱۔ قِصّۂ حَادی جنابِ اَنجشہ	گردہ نقل آں را جماعت از خیار
انجشہ حُدی خواں کا قصّہ	بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے
۲۔ آں حُدی خوانِ جنابِ مصطفیٰ	از رَجز خواندے بہ صوتِ زیرو نار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُدی خواں	نرم اور غمگین آواز سے رَجز پڑھتا تھا
۳۔ اُشترِ بے چارہ زاں صَوتِ جَمیل	مست گشتہ تیز رفتے زیر بار
بے چارہ اونٹ اس حسین آواز سے	بوجھ میں دبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا
۴۔ در سفر بارے حُدی آغاز کرد	بود سرور نیز بر ناقہ سوار
ایک مرتبہ سفر میں اُس نے حُدی شروع کی	سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُونٹنی پر سوار تھے
۵۔ خواند مستانہ بہ نوعے پاک دل	ذکر پاکش ماند شیریں یادگار
اس پاک دل نے مست ہو کر اس طرح حُدی پڑھی کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا	

۶۔ چوں جنابِ مصطفیٰ شعرش بدید | کاں برنگِ برق گشتہ شعلہ بار
جب جنابِ مصطفیٰؐ نے اُس کے شعروں کو دیکھا | کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہے ہیں
۷۔ گفت لَاتَکْسِرْ قَوَارِیْرَ اَنجشہ | سینہا را تا نہ سوزاند شرار
فرمایا اے انجشہ شیشوں کو نہ توڑ | تاکہ سینوں کی چنگاریاں نہ جلادیں
۸۔ خوش نصیب است آں کہ شکر و انبساط | صَرفِ یادِ حق کند لیل و نہار
وہ خوش نصیب ہے جو شکر و انبساط کو | شب و روز خدا کی یاد میں صَرف کرتے
۹۔ در رہِ الفت بہ عزم و صدق تام | مردواراں پا نہادہ استوار
پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں، مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہے
۱۰۔ چشم پُر نم آہ پُر سوزش بُوَد | تن زبون و قلب باشد بے قرار
اس کی آنکھ نمناک اور دل پُرسوز ہو | جسم عاجز اور دل بے قرار ہو
۱۱۔ ہر زماں از شوق مستیہا کند | ہر نفس بر جانِ جاناں نشس نثار
ہر لحظہ شوق سے مستیاں کرے | ہر سانس محبوب کے نام پر قربان ہو
۱۲۔ ذکر پاکش دارُوے دلہا است زید | آتشِ عشقش سِپَر باشد زنار
زیداس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے | اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی

ائمہ کے کلام کی طرف رجوع

مشکات کے باب البیان والشعر کے فصل اول میں صحیح مسلم کی روایت ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا، فَقَالَ ھَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّۃَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْئٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ھِیْہِ[1] ثُمَّ اَنْشَدْتُہٗ بَیْتًا فَقَالَ ھِیْہِ حَتّٰی اَنْشَدْتُہٗ مِائَۃَ بَیْتٍ۔ عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں

[1] ھِیْہِ، یہ کلمہ پیش کرنے کے معنی میں ہے۔ اگر آخری ہ پر زیر لگا کر ھِیْہِ کہا جائے تو طلب اس شے کی ہے یعنی امیہ بن ابی الصلت کے مزید شعر پڑھو اور اگر ھِیْہٍ دو زیر سے پڑھے تو صرف شعر کی طلب ہے کسی کا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹ پر بیٹھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس اُمیّہ بن ابی الصّلت کے کچھ اشعار ہیں۔ میں نے کہا۔ جی ہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ میں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے ھِیہٖ کسرہ سے کہا۔ میں نے امیۃ کا دوسرا شعر پڑھا اور آپ کی طلب در طلب میں ایک سو شعر اُمیّہ کے سُنائے۔

حضرت عائشہ صدّیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر پر تشریف لے گئے قریش کی ایک لڑکی نے نذر مانی۔ اگر آنحضرت خیریت سے آگئے میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں دَف بجاؤں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ خیر تشریف لے آئے حضرت عائشہؓ نے اس کی نذر کا ذکر آنحضرت سے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ فَلْتَضْرِب وہ بجالے۔ اگر دَف کا بجانا گناہ اور معصیت ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دف بجانے سے روکتے اور کفارہ دینے کا حکم کرتے۔

امام شعبی نے بیان کیا کہ عید کا دن تھا' عیاض اشعری کی گزر واقع ہوئی انھوں نے فرمایا۔ "مَالِیَ لَا اَرَاھُمْ یُقَلِّسُوْنَ فَاِنَّہٗ مِنَ السُّنَّۃِ" کیا بات ہے لوگ دَف نہیں بجارہے ہیں (تقلیس دَف بجانے کو کہتے ہیں) یہ تو مسنون طریقہ ہے۔

امام غزالی نے فرمایا ہے۔ خوشی کے اوقات میں خوشی کے اظہار کے لئے مباح ہے۔ عید کے دنوں میں، نکاح کرنے، پردیسی کی آمد' ولیمہ کے دن، عقیقہ کے دن، بچّہ کی ولادت کے دن، ختنہ کرانے کے دن، حفظِ قرآن مجید پر اظہارِ سرور کرنا اور دف بجانا جائز ہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار کی عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں انھوں نے دَف بجاکر خوش الحانی کے ساتھ یہ شعر گائے۔

۱۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ۔ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

۲۔ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ۔ مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِی

۳۔ اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ۔ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

۱۔ ہم پر بدرِ کامل کا طلوع ہوا ہے۔ رخصت کرنے کے ٹیلوں کی طرف سے۔

۲۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہوگیا ہے، جب تک کہ اللہ کی طرف کوئی بلانے والا بلاتا ہے۔

۳- اے وہ ذات گرامی جس کو ہماری ہدایت کے واسطے اللہ نے بھیجا ہے۔ آپ ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو مُسلّم اور مُطاع ہے۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے رقص کیا۔

ائمہ اعلام نے فرمایا ہے۔ جن افراد نے سماع کو حرام کہا ہے، انھوں نے روایاتِ منکرہ اور ضعیفہ سے استدلال کیا ہے، صحیح حدیث اُن کے پاس نہیں ہے۔

علامہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف زُہری رضی اللہ عنہم اجمعین مدینہ منورہ کے اَجلّہ تابعین اور کبار محدّثین میں سے تھے، انھوں نے سماع و مزامیر کی اباحت کا فتوی دیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید عباسی کے زمانہ میں وہ بغداد آئے۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے تھے۔ لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہوا۔ بعض افراد نے آپ سے کہا۔ آپ مزامیر کیوں سنتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کی بات آپ کو ناگوار ہوئی اور آپ نے خدا کی قسم کھا کر کہا۔ میں حدیث شریف کی روایت اُس وقت کیا کروں گا جب کہ عُود بجا کر غنا نہ کر لوں۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو چیز شریعت میں جائز ہے اس کا مانع کون ہے۔ "وَاتَّفَقَ اَنَّهٗ اجْتَمَعَ بِالْخَلِيْفَةِ هَارُوْنَ الرَّشِيْدِ، فَقَالَ لَهُ الْخَلِيْفَةُ، حَدِّثْنَا يَا اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِالْعُوْدِ، قَالَ تُرِيْدُ عُوْدَ الْمِجْمَرِ اَمْ عُوْدَ الْغِنَاءِ، قَالَ بَلْ عُوْدَ الْغِنَاءِ، فَاَحْضَرَهُ فَضَرَبَ بِهٖ ثُمَّ غَنَّا ثُمَّ حَدَّثَهٗ، فَقَالَ لَهُ الْخَلِيْفَةُ، مَنْ قَالَ بِتَحْرِيْمِ هٰذَا مِنْ عُلَمَائِكُمْ، فَاَجَابَ مَنْ رَبَطَهُ اللّٰهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالظَّاهِرِ" اتفاق سے اُن کا اور خلیفہ ہارون رشید کا اجتماع ہوا۔ خلیفہ نے ان سے کہا۔ ابراہیم ہم سے حدیث شریف بیان کرو۔ ابراہیم نے کہا۔ مجھ کو عُود دو۔ خلیفہ نے کہا۔ جلانے والی عود چاہیئے یا گانے والی۔ آپ نے کہا۔ میں گانے والی عُود چاہتا ہوں۔ چنانچہ عود لائی گئی۔ آپ نے عود بجا کر گانا گایا اور پھر ہارون رشید کو حدیث سُنائی۔ ہارون رشید نے آپ سے کہا۔ تمہارے علماء میں سے اس کی حرمت کا کون قائل ہے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ جس کا دل اللہ نے ظواہر سے باندھ رکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے آپ سے روایت اس دور میں کی ہے جب آپ عود بجا کر اور غنا

کر کے حدیث شریف کی روایت کیا کرتے تھے۔ امام مسلم نے آپ کی مرویات لی ہیں۔

امام ابن سیرین نے بیان کیا کہ ایک شخص چند لونڈیوں کو لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عبداللہ بن عمر کے گھر میں ٹھیرا۔ اِن لونڈیوں میں ایک لونڈی دَف بجاتی تھی۔ ایک خریدار آیا لیکن اس کو کوئی لونڈی پسند نہ آئی۔ ابن عمر نے لونڈیوں کے مالک سے کہا کہ میں تم کو ایک شخص کے پاس لے جاتا ہوں وہ اچھا خریدار ہے اور آپ اس شخص کو اور اس کی لونڈیوں کو حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار کے گھر لے گئے اور لونڈیوں کو حضرت عبداللہ بن جعفر کے سامنے لائے اور گانے والی لونڈی سے کہا عود سنبھالو۔ چنانچہ وہ گائی اور حضرت ابن عمر کو خیال ہوا کہ حضرت ابن جعفر کو اس کا گانا پسند آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا "حَسْبُكَ سَائِرَ الْيَوْمِ عَنْ مَزْمُوْرِ الشَّيْطَانِ" کافی ہے اب دن بھر کے لئے تمہارے واسطے یہ شیطانی راگ"۔ اور ابنِ جعفر نے اس گانے والی لونڈی کو خرید لیا۔ اس کے بعد لونڈی کا مالک حضرت ابن عمر کے پاس پھر آیا اور اس نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ سات سو درہم کا نقصان میرا ہوا ہے۔ حضرت ابن عمر اس شخص کے ساتھ پھر حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار کے گھر گئے اور ان سے کہا اس شخص کا نقصان سات سو درہم کا ہوا ہے لٰہذا یا تو لونڈی کو پھیر دو یا اس شخص کو سات سو درہم دے دو۔ حضرت ابن جعفر نے کہا کہ میں دراہم دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے دراہم دیئے اور وہ شخص رخصت ہوا۔

اتباعِ سنّت کے سلسلہ میں حضرت ابن عمر کا مسلک روشن اور عیاں ہے۔ اگر گانے والی کا گانا سُننا، یا اس کو دیکھنا یا اس کا خریدنا یا اس کا بیچنا حرام ہوتا کیا وہ ان امور کا ارتکاب کرتے۔ انھوں نے اگر مزمورِ شیطان۔ شیطانی راگ کہہ دیا ہے اس کا حَمل حرمت پر وہی شخص کرے گا جو پس و پیش سے واقف نہ ہوگا۔ مزمورِ شیطان سے مراد امر لغو، بے کار کام ہے جیسا کہ یَمِیْنِ لَغْوٌ ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں:۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سِرّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوئے لوحِ دل از یادِ غیر حق
علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

کتنے ہی حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دَف و عُود و مزمار در بانسری سُنی ہے۔ مثلاً عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جعفر طیّار ہاشمی، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیانؓ

حسان بن ثابت، عمرو بن العاص وغیرہم اور حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسان، سعید بن المسیب، عطار بن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عتیق، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم اور مدینہ منورہ کے اکثر فقہاء ہیں۔

اور بغیر آلاتِ طرب غنا کا سننا، پڑھنے والا مرد ہو یا عورت۔ صحابۂ کرام سے کثیر افراد نے سُنا ہے۔ جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح، حضرات سعد بن ابی وقاص ابو مسعود انصاری، عبداللہ بن ارقم، بلال، اسامہ بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف، حمزہ بن عبدالمطلب عبداللہ بن عمر، براء بن مالک، عبداللہ بن الزبیر، عمرو بن العاص معاویہ بن ابی سفیان، نعمان بن بشیر، حسان بن ثابت، مغیرہ بن شعبہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور تابعین اخیار میں سے جمِ غفیر نے سُنا ہے۔ چند حضرات کے نام لکھے جاتے ہیں۔ سعید بن المسیب، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن حسان، خارجہ بن زید، شریح القاضی، سعید بن جبیر، عامر شعبی، عبداللہ بن ابی عتیق، عطار بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

علامہ تاج الدین فرزند تقی الدین سبکی شافعی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی جلد اول صفحہ دوسو اکتالیس اور بیالیس میں اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی کے حال میں لکھا ہے کہ مزنی نے کہا کہ میں اور ابراہیم بن اسماعیل بن علیّہ، شافعی کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک گھر پر ہوا وہاں ایک لونڈی پڑھ رہی تھی۔

خَلِیلَیَّ مَا بَالُ الْمَطَایَا کَأَنَّنَا   نَرَاهَا عَلَی الْأَعْقَابِ بِالْقَوْمِ تَنْکُصُ

شافعی نے کہا، ادھر مُڑو تا کہ ہم سُنیں، چنانچہ ہم اُدھر گئے اور لڑکی کا گانا سُنا، جب اس کا گانا تمام ہوا ہم وہاں سے چلے۔ شافعی نے ابراہیم بن اسماعیل سے کہا۔ کیا تم کو لذت حاصل ہوئی۔ ابراہیم نے نفی میں جواب دیا۔ شافعی نے اس سے کہا۔ تم میں حس نہیں ہے۔

علامہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم کا واقعہ گزر چکا ہے۔ اس واقعہ کو علامہ زمخشری نے "ربیع الابرار" میں لکھا ہے۔ اس میں اس کا اضافہ ہے۔

خلیفہ ہارون رشید نے کہا۔ "بَلَغَنِیْ اَنَّ مَالِکَ بْنَ اَنَسٍ یُحَرِّمُہٗ"۔ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ مالک بن انس اس کو حرام کہتے ہیں۔" ابراہیم نے ہارون رشید سے کہا۔ "وَلِمَالِکٍ اَنْ یُحَرِّمَ وَیُحَلِّلَ وَاللّٰہِ مَا کَانَ ھٰذَا لِابْنِ عَمِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اَکْرَمُ الْخَلْقِ اِلَّا عَنْ وَحْیٍ مِنْ رَبِّہٖ فَھَلْ یَجُوْزُ ذٰلِکَ لِمَالِکٍ" کیا مالک کو حرام کرنے یا حلال کرنے کا اختیار ہے، خدا کی قسم یہ بات تو تمہارے چچا کے بیٹے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بغیر وحی کے حاصل نہ تھی۔ حالانکہ آپ تمام مخلوق سے اکرم ہیں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ وحی کی بنا پر ہے۔ تو کیا مالک کو یہ جائز ہے؟

یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم زہری حضرت امام ابو حنیفہ کے اجلۂ اصحاب میں سے تھے۔

"نِھَایَۃُ الْاَدَب" میں لکھا ہے۔ "ھٰذَا اَمْرٌ لَمْ یُرْوَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَحْلِیْلِہٖ وَلَا تَحْرِیْمِہٖ نَصٌّ یُرْجَعُ اِلَیْہِ فَکَانَ حُکْمُہٗ کَحُکْمِ الْاِبَاحَۃِ وَاِنَّمَا تَرَکَہٗ مِنَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ تَوَرُّعًا کَمَا تَرَکُوْا لُبْسَ اللَّیِّنِ وَاَکْلَ الطَّیِّبِ وَشُرْبَ الْبَارِدِ وَالْاِجْتِمَاعَ بِالنِّسْوَانِ الْحِسَانِ، وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ ھٰذَا کُلَّہٗ حَلَالٌ وَقَدْ تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْلَ الضَّبِّ وَسُئِلَ عَنْہُ۔ قَالَ لَا وَلٰکِنْ لَمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ فَاَجِدُنِیْ اَعَافُہٗ وَاُکِلَ عَلٰی مَائِدَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا رَأَیْتَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی شَیْءٍ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ"۔

یہ ایسا امر ہے کہ اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، نہ حِلّت کا اور نہ حرمت کا کوئی ایسا حکم ہے جس کو لیا جائے۔ لہٰذا اس کا حکم اباحت کا ہے۔ متقدمین میں سے جس نے اس کو چھوڑا ہے تورع کی بنا پر چھوڑا ہے، جیسا کہ انھوں نے عمدہ نرم کپڑوں کا پہننا چھوڑا ہے اور عمدہ غذا چھوڑی ہے اور ٹھنڈے پانی کا پینا چھوڑا ہے اور اچھی عورتوں سے ملنا چھوڑا ہے۔ حالاں کہ یہ سب امور حلال ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ نہیں کھایا حالانکہ آپ کے دسترخوان پر کھایا گیا اور آپ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے قوم کی زمین میں نہیں تھا اور میری

طبیعت اس کو نہیں لے رہی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس کو نہیں کھا رہا ہوں حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے۔ جب تم اہلِ مدینہ کو کسی امر پر مجتمع دیکھو سمجھ جاؤ کہ وہ سنّت ہے۔

اس مسئلہ سماع وغنا کے متعلق کسی نے علّامہ دقیق بن العید سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا۔ اس مسئلہ کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اجتہادیہ ہے، جس کا اجتہاد تحریم کی طرف گیا اس نے حرام کہا اور جس کا اجتہاد جواز کی طرف گیا اس نے جائز کہا۔

قطبِ شام علامۂ زماں شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم نابلسی دمشقی حنفی نقشبندی قادری متولد ۱۰۵۰ھ متوفی ۱۱۴۳ھ قدس سرہٗ کی تالیفات بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے ایک رسالہ "کَشْفُ النُّوْرِ عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ" لکھا ہے۔ اس کے آخر میں کاتب نے آپ کی دوسو سولہ ۲۱۶ تالیفات کا نام لکھ کر لکھا ہے۔ وَغَیْرُ ذٰلِكَ۔ اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مصر میں ایک طالب علم نے ازہر شریف میں کہا تھا کہ آپ کی تالیفات چارسو کے قریب ہیں۔ آپ نے سماع کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس کا نام "اِیْضَاحُ الدَّلَالَاتِ فِیْ سَمَاعِ الْاٰلَاتِ" ہے۔ عاجز اس رسالہ کی کچھ عبارت نقل کرتا ہے۔ لکھا ہے۔

فَاعْلَمِ الْاٰنَ مَا نُرِیْدُ اَنْ نَّذْکُرَہٗ لَكَ مِنْ ھٰذَا الْحُکْمِ الْوَاحِدِ وَاضِعِ اِلَیْهِ تَرْشُدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَھُوَ اَنَّا نَقُوْلُ بِمَعُوْنَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ اَمَّا حُکْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ ھٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الَّتِیْ ھِیَ مَسْئَلَةُ سَمَاعِ الْاٰلَاتِ الْمُطْرِبَاتِ بِالنَّغَمَاتِ الطَّیِّبَاتِ مُطْلَقًا عَلٰی مُقْتَضٰی بِمَا قَدَّمْنَاہُ مِنَ الْاَقْسَامِ فَاِنِ اقْتَرَنَتْ ھٰذِهِ الْاٰلَاتُ وَھٰذَا السَّمَاعُ الْمَذْکُوْرُ بِاَنْوَاعِهٖ بِالْخَمْرِ اَوِ الزِّنٰی اَوِ اللِّوَاطَةِ اَوْ دَوَاعِیْ ذٰلِكَ مِنَ اللَّمْسِ بِشَھْوَةٍ لِغَیْرِ الزَّوْجَةِ وَالْاَمَةِ اَوْلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فِی الْمَجْلِسِ بَلْ کَانَ فِی الْمَقْصَدِ وَالنِّیَّةِ الشَّھَوَاتُ الْمُحَرَّمَةُ بِاَنْ تَصَوَّرَ فِیْ نَفْسِهٖ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَاسْتَحْسَنَ اَنْ یَکُوْنَ مَوْجُوْدًا فِی الْمَجْلِسِ فَھٰذَا السَّمَاعُ حَرَامٌ حِیْنَئِذٍ عَلٰی کُلِّ مَنْ سَمِعَهٗ بِعَیْنِهٖ فِیْ حَقِّهٖ ھُوَ فِیْ نَفْسِهٖ بِاعْتِبَارِ قَصْدِهٖ وَنِیَّتِهٖ لِاَنَّهٗ دَاعٍ فِیْ حَقِّهٖ اِلَی الْوُقُوْعِ فِی الْمُحَرَّمَاتِ الْمَوْجُوْدَةِ فِی الْمَجْلِسِ وَالْمَقْصُوْدَةِ الَّتِیْ تَصَوَّرَھَا فِیْ نَفْسِهٖ وَاسْتَحْسَنَھَا اَنْ تَکُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَکُلُّ مَا یَدْعُوْا اِلٰی

الحَرام فهو حرام واذا كان هذا المعنى هو الغالب الكثير في اهل هذا الزمان فلا نحكم به نحن في كل احدٍ بالفراسة والتخمين وننسب الفسق بسبب ذلك الى امة محمدٍ صلى الله عليه وسلم مالم تكن المحرمات المذكورة ظاهرة في ذلك المجلس من غير احتمالٍ ولا تاويلٍ، فكل انسانٍ له على نفسه بصيرة وكل احدٍ مكلف بحفظ نفسه من المحرمات المهلكة في الآخرة كما هو مكلف بحفظ نفسه من الأمور المهلكة في الدنيا ولايجوز التجسس من عورات المسلمين كما قدمناه الا الحكام السياسة فقط دون حكام الشرع وبقية الناس لان حكام السياسة هم المامورون لسياسة الخلق وتاديبهم على كل حالٍ ولهم من الاحكام ماليس لغيرهم وقد وجدت رسالة لبعض العلماء الكبار من الحنفية وصنفها في بيان السياسة وذكر فيها مالاغناء للمكلفين عن معرفته حتى قال فيها۔

واعلم ان التوسعة على الحكام في احكام السياسة ليست مخالفة للشرع بل تشهد لها الأدلة والقواعد الشرعية وسرد ذلك بما يطول شرحه وبيانه، هذا مقدار ما يحرم من سماع الآلات المطربة والنغمات الطيبة لما يترتب على ذلك من الوقوع في المحرمات العينية لا لعين ذلك السماع في نفسه۔

واما المباح من ذلك فهو اذا كان المجلس خالياً من الخمر والزنى واللواطة ولمس بشهوة والتقبيل لغير الزوجة والأمة وكان لذلك السامع قصد حسن ونية حسنة وباطن نظيف طاهر من الهموم على الشهوات المحرمة كشهوة الزنى او اللواط اوشرب الخمر اوشيءٍ من المسكرات او المخدرات وكان قادراً على ضبط قلبه وحفظ خاطره من ان يخطر فيه شيءٌ مما حرمه الله تعالى عليه واذا خطر يقدر على دفعه من قلبه وغسل خاطره منه في الحال، ولا يضر تكرر وقوع ذلك القصد بعد ان يكون مراقبا للامتناع من قبوله فانه يجوز له ان يسمع هذا السماع المذكور حينئذٍ بانواعه كلها و لا يحرم عليه شيءٌ من ذلك ولا يكره له مادام موصوفا بما ذكرناه لانه طاهر نظيف حينئذ في ظاهره وباطنه فلا يوقعه السماع المذكور في شيءٍ مما نهى الله تعالى عنه، فهو

مُبَاحٌ لَهُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِاللهِ تَعَالَى وَبِتَجَلِّيَاتِهِ بِأَنْ كَانَ عَامِيًّا جَاهِلًا غَافِلًا اَوْكَانَ عَالِمًا مَحْجُوبًا بِعِلْمِهِ عَنْ شُهُوْدٍ مَعْلُوْمَةٍ، وَاَمَّا اِذَا كَانَ مِنْ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالشُّهُوْدِ وَلَا تَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَمَكَانٍ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنْ اَنْكَرَتْهُمْ اَهْلُ الْغَفْلَةِ لِاِنْطِمَاسِ الْبَصَائِرِ وَفَقْدِ الْيَقِيْنِ مِنَ الْقُلُوْبِ فَيَصِيْرُ السَّمَاعُ الْمَذْكُوْرُ حِيْنَئِذٍ فِيْ حَقِّهِ مُسْتَحَبًّا مَنْدُوْبًا اِلَيْهِ لِاِسْتِفَادَتِهِ مِنْهُ الْحَقَائِقَ الْاِلٰهِيَّةَ وَالْمَعَارِفَ الرَّبَّانِيَّةَ وَفَهْمِهِ بِهِ لِلْمَعَانِي التَّوْحِيْدِيَّةِ وَالْاِشَارَاتِ الرَّبَّانِيَّةِ وَقَدْ صَنَّفْتُ رِسَالَةً بِطَلَبِ بَعْضِ الْاِخْوَانِ مِنِّيْ ذٰلِكَ وَسَمَّيْتُهَا " تُحْفَةُ اُولِى الْاَلْبَابِ فِي الْعُلُوْمِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنَ النَّائِ وَالشَّبَابِ (اَلشَّبَّابَةُ نَوْعٌ مِنَ الْمِزْمَارِ) وَذَكَرْتُ فِيْهَا بَعْضَ مَا كُنْتُ اَفْهَمُهُ مِنَ الْآلَاتِ الْمُطْرِبَةِ مِنْ عُلُوْمِ اللهِ تَعَالَى وَمَعَارِفِهِ التَّوْحِيْدِيَّةِ مَعَ اَنِّيْ مِنْ اَنْقَصِ اَهْلِ اللهِ تَعَالَى حَالًا وَاَقْصَرِهِمْ بَاعًا وَالْخَيْرُ بَاقٍ فِي الْاُمَّةِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ انتہی۔

علامہ اجل عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ کی عبارت کا مفہوم اختصار کے ساتھ یہ عاجز لکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے لکھ رہے ہیں۔ تم اس کو خیال سے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے فلاح پاؤ گے۔ اگر محفل بہ ظاہر شراب نوشی، زنا، لواطت اور اجنبیہ عورت کو بُری نظر سے دیکھنے سے پاک ہے لیکن سماع اور آلاتِ طرب سننے والے کا مقصد ان حرام امور کا تصور کرنا ہو تو اس کے واسطے سماع اور آلاتِ طرب کا سننا حرام ہے۔

اِس بات کا خیال رہے کہ ہمارا زمانہ اگرچہ فتنوں سے بھرا ہے اور اکثر لوگوں کے خیالات فسق و فجور کی طرف مائل ہیں لیکن ہم اپنی فراست اور خیال سے کسی کو فاسق نہیں کہہ سکتے۔ ہر شخص اپنے احوال سے واقف ہے۔ ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک اپنے کو حرام سے بچائے۔ ہم کو جائز نہیں کہ جاسوسی کریں اور لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے کی کوشش کریں، خفیہ باتوں کا معلوم کرنا اور لوگوں کو سزا دینی حکامِ شریعت کا کام نہیں ہے بلکہ یہ حکامِ سیاست کا کام ہے۔ ایک بلند پایہ حنفی عالم نے اس سلسلہ میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے۔ انھوں نے ایسے مسائل کا بیان کیا ہے جن کا علم ہر سمجھدار کو ہونا چاہئے۔

یہ عاجز کہتا ہے علامہ نابلسی نے علم سیاست اور ایک حنفی علامہ کی تالیف کا ذکر کیا ہے لیکن نہ کتاب کا نام لکھا ہے اور نہ مؤلف کا اور نہ بعض مسائل بیان کر کے علم سیاست کی اہمیت کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب عاجز کو دستیاب ہوئی ہے۔ یہ کتاب ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم الجوزیہ متولد ۶۹۱ھ متوفی ۷۵۱ھ نے لکھی ہے۔ پہلی مرتبہ مفتی محمد عبدہ کے زمانے میں "اَلْفِرَاسَةُ الْمَرْضِيَّةُ فِي أَحْكَامِ السِّيَاسَةِ الشَّرْعِيَّةِ" کے نام سے اور پھر ۱۳۷۲ھ میں "الطُّرُقُ الْحُكْمِيَّةُ فِي السِّيَاسَةِ الشَّرْعِيَّةِ" کے نام سے چھپی ہے۔ عاجز اس کتاب سے بعض فوائد کا بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو سیاست شرعیہ کا علم ہو۔

سیاست شرعیہ کی اساس بخاری اور مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث شریف ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر نماز کے لئے اذان دلواؤں اور کسی شخص کو حکم دوں کہ نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز پڑھنے کے واسطے نہیں آئے ہیں۔ میں اُن کو اچانک پکڑ لوں اور اُن پر ان کے مکانات جلادوں۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ان لوگوں کو معلوم ہو کہ ان کو ایک فربہ ہڈی یا گائے یا بکری کے دو سُم ملیں گے یہ عشاء کی نماز پڑھنے کو ضرور آئیں گے۔

اس روایت کی روشنی میں ائمہ دین کا مسلک اس طرح رہا ہے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق کو لکھا۔ یہاں کچھ لوگ لواطت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق نے حضرات صحابہ کو جمع کیا اور اس مسئلہ میں ان کی رائے دریافت کی۔ حضرت علی نے فرمایا۔ پہلی امتوں میں سے ایک امت اس فعل شنیع کی مرتکب ہوئی جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ اس امت کے انجام کا سب کو علم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کو آگ سے جلادیا جائے۔

(۲) حضرت عمرؓ نے شراب خانہ کو جلایا اور اس گاؤں کو جلایا جہاں شراب بنتی تھی۔

(۳) حضرت عمر نے حضرت سعد بن وقاص کے محل کو نذرِ آتش کرایا جو کوفہ میں تھا۔

اور جس میں حضرت سعد انصاف کے طلب گاروں سے روپوش ہوا کرتے تھے۔

(۴) حضرت عثمان نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کیا تاکہ امتِ محمدیہ میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں آپ کا عمل احکامِ سیاست پر تھا۔

یہ عاجز کہتا ہے حضراتِ ائمہ مجتہدین نے اُمتِ مرحومہ کے لئے ابواب یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا کھولے ہیں۔ اگر ان کی سیاست کو کوئی نہیں سمجھا ہے ان پر کیا الزام عائد ہوگا۔ مشہور محدّث امام اعمش نے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ آپ صاحبان اطبا ہیں اور ہم روایت کنندگان حدیث صیادلہ ہیں (جو اجزائے مفردہ فروخت کرتا ہے یعنی دوا ساز)

علامہ نابلسی نے کہا ہے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ حکام اور سلاطین کو جو اختیارات ملے ہیں وہ شریعت کے مخالف نہیں ہیں۔ ان احکام اور ادلہ کا بیان باعثِ تطویل ہے اس لئے ہم اس کا بیان نہیں کرتے۔

آلاتِ مطربہ یا سماع نغماتِ طیبہ کی وجہ سے اگر کوئی شخص فعل حرامِ قطعی میں مبتلا ہوتا ہے یہ حرمت آلاتِ مطربہ یا نغماتِ طیبہ کی ذاتی نہیں ہے۔ اس کی وجہ عارضی ہے۔

اگر محفل محرمات سے پاک ہے اور سننے والے کا مقصد بھی فاسد اغراض سے پاک ہے اس کے لئے سماع اور آلاتِ طرب کا سننا مباح ہے۔ اگر دورانِ سماع میں فاسد خیال آجائے تو وہ شخص توبہ اور استغفار کرلے۔ وہ افراد جو باطن کی نظافت کے طلبگار ہیں، چاہے وہ جاہل یا غافل ہوں یا اُن علمار میں سے ہوں جن کے واسطے اُن کا علم حجابِ اکبر بن گیا ہے اور وہ کشف و شہود کے لطائف سے بے خبر ہیں۔

وہ افراد جو اصحابِ صحو اور اہلِ شہود میں سے ہیں۔ اور جن سے کوئی زمان و مکان قیامت تک غافل نہیں رہتا، چاہے اہلِ غفلت اپنی تیرہ باطنی کی وجہ سے ایسے نیک افراد کے وجود سے انکار کریں۔ ایسے پاک باطن افراد کے لئے سماع اور آلاتِ مطربہ کا سننا مستحب اور مندوب الیہ ہے۔

حضرت نابلسی نے درست فرمایا ہے "جن سے کوئی مکان اور زمان قیامت تک خالی

نہیں ہے۔ مشکات کے باب "لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ" میں صحیح مسلم کی روایت ہے۔ "لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اللّٰہُ اللّٰہُ" اور دوسری روایت میں ہے۔ "لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ" یعنی قیامت اس وقت برپا ہوگی جب زمین پر اللہ کا مبارک نام اللہ اللہ لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔" اور دوسری روایت میں ہے۔" قیامت بد ترین خلائق پر قائم ہوگی۔"

حضرت نابلسی نے لکھا ہے۔ میں نے بعض افراد کی طلب پر رسالہ "تُحْفَۃُ اُولِی الْاَلْبَابِ فِی الْعُلُوْمِ الْمُسْتَفَادَۃِ مِنَ النَّأیِ وَالشَّبَابِ" لکھا ہے۔ اس رسالہ میں میں نے اُن علوم اور اسرار کا بیان کیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کمترین پر ظاہر کر دیئے ہیں۔ یہ علوم و اسرار اس اُمت پر قیامِ قیامت تک ظاہر و باہر رہیں گے۔ نأی بانسری کو کہتے ہیں اور شبابہ ایک قسم کا باجا ہے۔

بانسری کے درد و غم کی صدا سے حضرت مولائے روم شیخ محمد جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے مثنوی کی ابتدا کی ہے۔ ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) یا ایک سال پہلے یا پیچھے کا واقعہ ہے کہ عصر کو چار گھنٹوں کے واسطے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ گوشۂ تنہائی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک افغانی مخلص اور ہم تینوں بھائی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نواسی عنایت کی۔ اس کا نام محمدی رکھا۔ جب محمدی چار پانچ سال کی ہوگئی کبھی وہ بھی ساتھ ہوتی تھی۔ دہلی میں ایک دن جب آپ کی سواری موری دروازہ سے باہر نکلی محمدی نے اپنے چھوٹے شبابہ (باجے) کو بجانا شروع کیا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ کی زبان پر مثنوی شریف کے یہ دو شعر جاری ہوگئے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند — وز جدائی ہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند — از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

یعنی سنو بانسری کیا بیان کر رہی ہے اور اپنے فراق کی کیا کتھا سنا رہی ہے وہ کہہ رہی ہے جب سے مجھے بانسلی سے کاٹا گیا ہے میری نفیر سے مرد و عورت رو رہے ہیں۔

آپ نے اپنے مبارک احوال میں ان دو شعروں کو اتنا دُہرایا کہ عاجز کو یاد ہو گئے اور جب آپ کو آرام مِلا آپ اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے جب منزل گاہ پر سواری رُکی آپ نے مبارک آنکھیں کھولیں جو کہ سُرخ ہو رہی تھیں۔ یہ ہے اللہ کے نیک بندوں کا سماع اور آلاتِ مطربہ کا سننا جس کے متعلق علامہ نابلسی فرما رہے ہیں کہ یہ مستحب اور مندوب الیہ ہے۔ اللہ کے نیک بندوں پر وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے) کے اسرار کُھل جاتے ہیں۔

صاحب العلم والعرفان شیخ ابوالمواھب رحمہ اللہ نے اپنے مختصر "رِسَالَةُ السَّمَاعِ وَالمغَانِی" میں سوال وجواب لکھا ہے۔ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے مبارک کلام کو سُن کر تواجد کا اظہار کیوں نہیں ہوتا۔

جواب: اللہ کا کلام قدیم ہے اور اس کا سننے والا حادث ہے، حادث اور قدیم میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا کلامِ الٰہی سننے کے وقت خشوع وخضوع اور ہیبت کا ظہور ہوتا ہے نہ تواجد اور رقص کا۔

اب عاجز حضرت قاضی ثناء اللہ[1] متولد ۱۱۳۸ھ متوفی ۱۲۲۵ھ کے رسالہ "حکم سرود و مزامیر و غنا" کی فصل اوّل کا ترجمہ لکھتا ہے۔

---

[1] حضرت قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی قدس سرہٗ خلیفہ سوم حضرت ابو عبداللہ ابوعمر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد سے ہیں۔ حضرت عثمان آپ کے تینتیسویں ۳۳ دادا ہیں۔ آپ نے علم ظاہر حضرت شاہ ولی اللہ سے پڑھا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز آپ کو بیہقیِ وقت کہتے تھے اور آپ نے علم باطن حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانِ جاناں مظہر سے حاصل کیا اور آپ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ میرزا آپ کا شاہی اعزاز تھا۔ حضرت میرزا آپ کو عَلَم الهدیٰ کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مجھ سے پوچھے کہ تم میرے واسطے کیا تحفہ لائے ہو۔ میں عرض کرونگا ثناء اللہ کو۔ حضرت قاضی صاحب نے کثرت سے کتابیں لکھی ہیں، عاجز کو ۳۳ کتابوں کا علم ہو چکا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کا ایک مکتوبِ مبارک ہے جو آپ نے فضیلت پناہ جناب محمد سالار کو "حکمِ سرود و مزامیر و غنا" کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی جلالتِ قدر آپ کی تالیفِ مبارک "تفسیر مظہری" سے ظاہر ہے۔ عاجز اس مکتوب کا پہلا حصہ (فصل) لکھتا ہے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ عاجز کے پاس ہے۔ عاجز ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ نازل ہو اس کے بہترین خلائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل اور سب اصحاب پر۔

فضیلت پناہ کمالات دستگاہ برخوردارِ گرامی قدر محمد سالار۔ اللہ ان کو اپنے پسندیدہ اور نیک بندوں میں سے کرے۔ فقیر محمد ثناء اللہ کے سلام سنتِ اسلام اور برخورداری دعاءِ دارین اور اشتیاقِ ملاقات کے بعد مطالعہ کریں کہ آپ کا مکتوب محبت بھرا جو آپ نے فصیح عربی عبارت میں لکھا ہے مجھ کو مِلا اور انشراحِ خاطر کا سبب ہوا۔ آپ نے غنا کے متعلق لکھا ہے کہ اس زمانے میں مزامیر (آلاتِ طرب) کے ساتھ غنا ہوتا ہے اور اصحابِ وجد حق حق کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مطلق غنا فعل حرام ہے اور جب کہ مزامیر (آلاتِ طرب) کے ساتھ ہو تو حرام قطعی ہے اور اس کا منکر اور ایسے غنا کو حلال کہنے والا کافر ہے۔ جیسا کہ القدسی نے الحاوی میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مزامیر بجانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی نام کا لینا کفر ہے۔

برخوردار، اہلِ اسلام کے کافر کہنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کسی کو کافر کہے یا عدوّ اللہ (اللہ کا دشمن) کہے اور وہ شخص نہ کافر ہو، نہ اللہ کا دشمن ہو تو کہنے والے کی یہ بات خود اس پر لوٹے گی۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

اور جامع الفتاویٰ میں ہے۔ عالم کو چاہیئے کہ جب کسی کو کافر قرار دینے کا مسئلہ اس کے پاس آئے تو وہ کافر کہنے میں جلدی نہ کرے، جب کہ وہ قائل اس اسلام کا ہے جو کہ تلوار کے چھاؤں تلے ہے۔ از ملتقط۔ اور فصول عمادی میں ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہات کافر قرار دینے کی ہیں اور ایک وجہ کافر قرار دینے سے روکے مفتی پر واجب ہے کہ وہ اس ایک وجہ کی پیروی کرے، وہ مسلمان کے ساتھ نیک خیال رکھے، خاص کر یہ حسنِ ظن اکابرِ دین کے معاملہ تک پہنچتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محبت اور ان کی پیروی سے ہم کو نوازے۔

دیکھو حضرت شاہ العالمین شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدسنا اللہ بسرہ العزیز باوجود کمال علمِ ظاہر اور رفعتِ شان کے علمِ باطن میں سماع اور مزامیر کے ساتھ غنا میں کس قدر افراط کرتے تھے۔ (بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ) ؎

۱۔ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

۲۔ ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس　　کم زند در عیب محبوباں نفس

۱۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کا پردہ چاک ہو وہ اس کے میلانِ طبیعت کو نیکوں کے طعنہ کی طرف لے جاتا ہے۔

۲۔ اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کے عیب چھپے رہیں وہ محبوب افراد کے عیب بیان کرنے میں کم پڑتا ہے۔

اب میں غنا و مزامیر کی حلّت و حُرمت کے سلسلہ میں بیان کرتا ہوں۔ غنا کے متعلق آیات اور احادیث متعارض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حرمتِ غنا کے متعلق فرمایا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (لقمان۔ ۶) اور ایک لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تا کہ بچھلا دیں (علیحدہ کر دیں) اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہراویں اس کو ہنسی، وہ جو ہیں ان کو ذلّت کی مار ہے۔ اور ابو امامہ کی روایت ہے۔ جو گانے کے واسطے آواز بلند کرتا ہے اللہ اس کے دونوں مونڈھوں پر دو شیطان بھیجتا ہے اور وہ شیطان اس کے سینہ پر ایڑھیاں مارتے ہیں جب تک کہ وہ خاموش ہوتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے روایت کی ہے) شیخ عبدالرحیم عراقی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے گانے والی لونڈی کو اور اس کے بیچنے کو اور اس کی قیمت کو اور اس کی تعلیم کو۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت قاضی نے ان ضعیف روایات کا ذکر کیا ہے جن کو یہ عاجز پہلے ذکر کر چکا ہے اور اُن کے ضعف کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ اور پھر حضرت قاضی ثناء اللہ نے ان روایات کا بیان کیا ہے جن سے سماع اور آلاتِ طرب کا سننا ثابت ہے اور اس میں یہ روایت بھی ہے کہ ربیع دخترِ معوذ

نے کہا کہ میری شادی کی پہلی رات تھی کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بچھونے پر بیٹھ گئے (حضرت معوذ اور ان کے بھائی حضرت معاذ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے) لڑکیوں نے دَف بجانا شروع کیا اور ہمارے آباء کی شہادت کا ذکر کر رہی تھیں۔ اِس دوران میں ایک لڑکی نے پڑھا:۔ "فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ" اور ہم میں اللہ کے نبی ہیں جو آنے والے کل کی بات جانتے ہیں۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "دَعِي هٰذِهٖ وَقُوْلِي بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ"۔ تم اِس کو چھوڑو اور جو کہہ رہی تھیں وہ کہو" (یہ روایت بخاری کی ہے) اور یہ روایت بھی ہے۔ عامر بن سعد کہتے ہیں۔ میں ایک شادی میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود کے پاس گیا وہاں لڑکیاں گا رہی تھیں۔ میں نے ان دونوں حضرات سے کہا" اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیو اور اے اہلِ بدر۔ آپ کے پاس یہ کیا کیا جاتا ہے؟! انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اگر چاہو تو ہمارے ساتھ اس کو سُنو اور چلے جاؤ اگر چاہو، شادی بیاہ کے موقع پر گانے بجانے کی ہم کو رُخصت ہے (نسائی کی روایت ہے)۔ اس کے بعد حضرت قاضی نے فصل لکھ کر حضرات ائمہ کا مسلک بیان کیا ہے اور لکھا ہے۔ حرمتِ غنا کے متعلق نصوص متعارض ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ نے از روئے احتیاط حرام کہہ دیا ہے اور۔۔ امام شافعی نے حرمتِ غنا کی روایات کو لہو پر اور خوف فتنہ پر حمل کیا ہے اور وہ غنا جو صحیح مقصد سے ہو۔ مثلاً اعلانِ نکاح ہو تو غنا مباح ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ہدایہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ غازیوں کا ڈھول، شادی بیاہ کے دَف کو اگر کوئی تلف کر دے اس پر ضمان بلا خوف لازم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ وہ غنا حرام ہے جو شیطانی خیالات کی بنا پر ہو اور وہ غنا جو اللہ کی محبت پیدا کرتی ہے وہ محبوب ہے اور عبادت ہے۔ اور وہ غنا جو نہ شیطانی خیالات کی بنا پر ہے اور نہ اللہ کی محبت پیدا کرنے کے لئے ہو وہ لذاتِ مُباحہ کی طرح مباح ہے۔ وہ سرور کے اوقات میں اضافۂ سرور کرتا ہے۔ اگر سرور مباح ہے وہ غنا اور سماع بھی مباح ہے۔ جیسے ایامِ عید میں، نکاح کے وقت، غائب کے آجانے کے وقت۔ ولیمہ کے کھانے کے وقت، بچے کی ولادت، اس کے عقیقہ کے

وقت، ختنہ کے وقت، کلامِ پاک کے حفظ کرنے کے دن اور اس طرح کے خوشی کے ایام اور اوقات میں۔ اس قول کو اکثر علماءِ حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ الخزانہ میں الکافی سے منقول ہے۔ "حُرْمَةُ التَّغَنِّيْ وَغَيْرِهٖ مُقَيَّدَةٌ بِاللَّهْوِ فَمَا يَكُوْنُ بِغَيْرِ اللَّهْوِ لِغَرَضِ الدِّيْنِ كَمَا فِي الْعُرْسِ وَالْوَلِيْمَةِ وَاسْتِعْدَادِ الْغُزَاةِ وَالْقَافِلَةِ وَلِحُصُوْلِ رِقَّةِ قُلُوْبِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَرْضِيَّةِ عِنْدَ اللّٰهِ لَا يَكُوْنُ حَرَامًا عَلٰى مَذْهَبِ الْحَنَفِيَّةِ وَفِي الْاِقْنَاعِ اِنَّ السَّمَاعَ يَحْصُلُ بِهٖ رِقَّتُ الْقَلْبِ وَالْخُشُوْعِ وَاِثَارَةُ الشَّوْقِ اِلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْخَوْفُ مِنْ سَخَطِهٖ وَعَذَابِهٖ وَالْمُفْضِيْ اِلٰى ذٰلِكَ قُرْبَةٌ فَاِذَا كَانَ السَّمَاعُ هٰكَذَا فَكَيْفَ يَكُوْنُ فِيْهِ شَائِبَةُ اللَّهْوِ وَالْهَوَاءِ۔

"گانے وغیرہ کی حرمت مقید (یعنی مشروط) ہے لہو سے اور جو گانا غیر لہو کے لئے از امرِ دین ہو جیسا کہ شادی بیاہ، ولیمہ، غازیوں کو مستعد کرنے، قافلہ کے آنے، بندگانِ خدا کے دلوں میں رقت پیدا کرنے کے لئے ہو جو مرضی ہے اللہ کے نزدیک، حنفیہ کے مذہب میں حرام نہیں ہے اور "الاقناع" میں ہے۔ یقیناً سماع سے دل میں رقت اور خشوع اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق اور اس کی ناراضگی اور عذاب کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ سماع میں یہ باتیں ہوں تو پھر اس میں لہو اور خواہشاتِ نفسانیہ کا شائبہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علماءِ ظاہر میں بلند پایہ عالم اور اولیاء اللہ کے رئیس تھے رضی اللہ عنہ۔ وہ عوارف میں فرماتے ہیں۔ السَّمَاعُ يَسْتَجْلِبُ الرَّحْمَةُ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ۔ سماع کرم کرنے والے اللہ سے رحمت جذب کرتی ہے۔

حضرت خواجۂ خواجگانِ عالی شان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے سماع کے متعلق فرمایا ہے "نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم" نہیں یہ کام کرتا ہوں اور نہ انکار کرتا ہوں۔ حضرت خواجۂ خواجگاں کے طریقہ کی اساس اتباعِ سنت پر ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا معمول سماع نہ تھا۔ آپ نے ارشاد کیا۔ نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم۔ اور چونکہ حضرت خواجہ کے نزدیک سماع کی حرمت ثابت نہ تھی آپ نے ارشاد کیا۔ نہ انکار می کنم۔ نہیں اس کا انکار کرتا ہوں۔ اگر آپ کے نزدیک سماع

حرام ہوتا، آپ انکار فرماتے۔

فضیلت پناہ محمد سالار صاحب، اِس تحقیق کے بیان کرنے کے بعد آپ سے کہتا ہوں۔ آپ کا یہ لکھنا " لَاشَكَّ اَنَّ مُطلَقَ الغِنَاءِ فعلٌ حَرَامٌ " (اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مطلقاً غنا فعل حرام ہے) بے جا ہے۔ غنار مطلقاً کس طرح حرام ہوگا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنار کے بعض افراد کو جائز رکھا ہے۔ اور پھر آپ نے لکھا ہے۔" اَلغِنَاءُ الَّذِیْ بِالمَزَامِیْرِ حَرَامٌ قَطعِیٌّ یَکفُرُ جَاحِدُہٗ وَمُستَحِلُّہٗ " (مزامیر کے ساتھ غنار حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر اور اس کو جائز کہنے والا کافر ہے) یہ قول بھی بے جا ہے کیوں کہ نکاح میں دف بجانے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور امام مالک نے نکاح میں دَف بجانے کو شرطِ صحتِ نکاح قرار دیا ہے۔ اب جب کہ دف کا بجانا اعلان نکاح کے لئے حلال یا مستحب ہو تو پھر ڈھول، طنبورہ، نقّارہ وغیرہ کو دَف کے حکم سے الگ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ان میں کیا تفاوت ہے؟ لہو کے لئے سب حرام ہیں اور صحیح مقصد کے لئے سب حلال ہیں کیونکہ اعلانِ نکاح ان سب سے ہو جاتا ہے۔ دَف میں اور دوسرے آلاتِ طرب میں فرق کرنا غیر معقول بات ہے اور اگر فرضاً ہم آلاتِ طرب (مزامیر) کی حرمت تسلیم کرلیں، حرامِ قطعی کہنے کی گنجائش کہاں سے نکل آئی؟ قطعی دلیل یا تو آیتِ محکم ہے، یا متواتر حدیث ہے یا امّت کا اجماع۔ اور پھر میں کہتا ہوں۔ اگر مزامیر کے لئے حرمت تسلیم کرلی جائے، وہ حرمت احادیثِ آحاد سے ہے اور وہ ظنّی دلیل ہے اور اس کے انکار سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔

عاجز ابوالحسن زید کہتا ہے۔ حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ ورضی عنہ کی باریک بینی ہے کہ آپ ایسے حرام کو مکروہِ تحریمی کہتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ فقہائے کرام نے لفظ مکروہ ہٹا کر صرف حرام لکھنا شروع کردیا جس کی وجہ سے غیر مُتدَرّب اور ناواقف افراد مکروہِ تحریمی کو حرامِ قطعی سمجھ گئے، جیساکہ مولانا محمد سالار نے کیا ہے۔ حضرت قاضی ثنار اللہ نے لکھا ہے احادیثِ آحاد دلیلِ ظنّی ہے۔ اس کے انکار سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ شکاری جانور کی حرمت احادیثِ آحاد سے ثابت ہے۔ اور یہ ظنّی دلیل ہے۔ امام مالک اس کی حرمت کے قائل نہیں

ہیں، وہ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک شطرنج مباح ہے حالانکہ وہ لہو ہے۔ اور احادیثِ آحاد سے حرمت ثابت ہے۔ حضرت امامِ اعظم کے نزدیک شراب (خمر) کے علاوہ اگر تھوڑی مقدار میں مسکرات کا استعمال کیا جائے جس سے بیہوشی نہ ہو حلال ہے، حالاں کہ حدیث وارد ہے۔ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ جس کی زیادہ مقدار بیہوش کرے اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

سن لو، مزامیر (آلاتِ طرب) کو حلال سمجھنے والا ہرگز کافر نہیں ہے اور جو بات حادی نے کہی ہے وہ صورت لہو و لعب کی ہے۔ یعنی لہو و لعب کے لئے گانا باجا ہو رہا ہے، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا اللہ کے نام کی بے حرمتی ہے اور یہ کفر ہے۔ اور جو شخص اللہ کی یاد کے لئے مزامیر بجاتا ہے اور کوئی اللہ اللہ یا حق حق کہتا ہے، مباح فعل کر رہا ہے وہ کافر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے ایسے نیک افراد اس زمانہ میں نہیں ہیں۔ غلط بات کہہ رہا ہے۔ حدیث شریف ہے۔ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ۔ میری اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ رہے گی جو اللہ کے اَمر پر قائم رہے گی۔ اس کو کسی کے بُرا کہنے سے نقصان نہ ہوگا اور نہ اس کو کسی کی مخالفت سے تکلیف پہنچے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھَا خَیْرٌ اَمْ آخِرُھَا میری اُمت کی مثال مینہ کی طرح ہے نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کا پہلا حصہ خیر و برکت کا ہے یا آخری حصہ۔

اے برادر سنو، اہلِ وجد تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اصحاب کمال۔ ان کے باطن میں فیضانِ الٰہی ہوتا ہے اور وہ بے اختیار ہو جاتے ہیں، اس جماعت کو حزبُ اللہ کہتے ہیں (اللہ کی جماعت) اس جماعت سے انکار کرنا دین کی خرابی کا سبب ہوتا ہے۔ حدیثِ قدسی ہے۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَادَرَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ جو شخص دشمنی کرتا ہے میرے ولی سے اس نے مجھ سے لڑائی کی ٹھانی ہے۔ (یہ حدیث صحیحین میں ہے)

دوسرے وہ لوگ ہیں جو احوالِ شریف حاصل کرنے کے واسطے سماع کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن پر وارداتِ الٰہیہ کا اثر ہو چونکہ ان کا مقصد اچھا ہے لہٰذا وہ بھی محمود اور اچھے ہیں۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو تکلف سے وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو اچھا کہیں یہ فاسق ہیں۔

تمام ہوئی تحریر حضرت قاضی ثناء اللہ کی۔

مسک الختام در بیان مسلکِ شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہٗ نے حضرت شمس الدین حبیب اللہ جان جاناں مظہر رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے طریقۂ جدیدہ کا بیان کیا ہے۔ اسرارِ معرفت اور غوامض علوم کے بیان میں اُن کا خاص طرز ہے باوجود ان علوم و کمالات کے وہ علمائے ربانیوں میں سے ہیں۔ محقق صوفیہ میں اُن جیسا علمِ ظاہر و باطن کا جامع اور علومِ جدیدہ کا بیان کرنے والا ایسے چند ہی افراد گزرے ہوں گے۔ (مقاماتِ مظہری صنہ ۶)

مولانا سید عبدالحی ندوی نے "نزہۃ الخواطر" کی جلد ۶ صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ علامہ فضل حق فرزند علامہ فضل امام خیر آبادی الورمیں تھے اور ان کے ہاتھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف "ازالۃ الخفاء" تھی اور وہ فرما رہے تھے۔ جس شخص نے یہ کتاب تالیف کی ہے وہ ایسا بحرِ ذخار ہے کہ جس کا ساحل نظر نہیں آتا اُن پر رد و قدح کرنے والا ایسا غبی اور جاہل ہے کہ اس کے اچھے ہونے کی اُمید نہیں۔

اور مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی کا قول ہے کہ شاہ ولی اللہ کا مثل شجرِ طوبیٰ ہے کہ اس کی جڑ شاہ ولی اللہ کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے گھروں میں ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھر اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اس مبارک درخت کی شاخ نہ پہنچی ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے احیاناً مزامیر کے ساتھ غنا سُنا ہے اور بغیر مزامیر کے زیادہ سُنا ہے۔ القول الجلی فارسی کے صفحہ ۳۷ میں ہے کہ آپ کو شدید مرض لاحق ہوا جب مرض میں کچھ تخفیف ہوئی آپنے گانے والے سے گانا سُنا آپ پر جوش و خروش کا عالم طاری ہوا اور آپنے فرمایا۔ ہمہ اوست ہے نہ ہمہ از وست یعنی وحدتِ صِرف ہے اور بس اور القول الجلی کے صفحہ ۳۶۳ میں ہے کہ ایک شخص نے آپسے دریافت کیا۔ مزامیر کی آواز میں آپ کو حسن و لذت محسوس ہوتی ہے یا نہیں۔ آپنے فرمایا میں بہت لذت محسوس کرتا ہوں اگر میں کچھ وقت اس میں صرف کروں میں باقی اشغال سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ اللہ نے مجھ کو شریعت کی پابندی کا لباس پہنایا ہے لہٰذا خلاف شرع امور سے مجھ کو نفرت دی ہے بدعتیوں میں بیٹھنے، امردوں اور نامحرموں کے گانے سُننے یا کسی غیر شریفہ عورت سے نکاح کرنے سے مجھ کو نفرت ہے میری جانِ جاں کی فطرت اس پر ہے کہ تجلی اعظم کا نقش اس پر لگا ہے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں مجھ کو ملی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہے سُن لو اللہ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے اور جس کو اللہ اپنا خلیل بنائے وہ غیر اللہ کو کیسے خلیل بنائے۔ — تمام ہوا رسالہ غنا رو سماعِ اصفیاء۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّآخِرًا وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ اَبَدًا مُّجَدَّدًا۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

کراماتِ شیخ الاسلام

مرتب

حافظ محمد یوسف چشتی

عنقریب چھپ کر مارکیٹ میں آ رہی ہے

ناشر

مرکزی شیخ الاسلام اکیڈمی پاکستان

مرکزی دفتر: ۱۷۱ فیصل آباد گوجرانوالہ